القول المجتبیٰ
فی
سماعتِ مصطفیٰ ﷺ
حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد از وصال وسیع سماعت کے
متعلق مدلل و مفصل کتاب (احادیث کی تخریج کے ساتھ)
مصنف
محمد عاطف رضان سیالوی
زاویہ
زاویہ پبلشرز
دربار مارکیٹ ، لاہور

حضورِ اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد از وصال وسیع سماعت کے متعلق مدلل و مفصل کتاب

(احادیث کی تخریج کے ساتھ)

مُصنّف

محمد عاطف رمضان سیالوی

زاویہ پبلشرز

(8-C محی الدین بلڈنگ) داتا دربار مارکیٹ، لاہور

فون: 042-7248657

موبائل: 0300-4505466 - 0300-9467047

Email:zaviapublishers@yahoo.com

2010ء

باراول.............................1000

ہدیہ.............................120

زیرِ اهتمام........نجابت علی تارڑ

«لیگل ایڈوائزرز»

رائے صلاح الدین کھرل ایڈووکیٹ ہائی کورٹ (لاہور) 0300-7842176

محمد کامران حسن بھٹہ ایڈووکیٹ ہائی کورٹ (لاہور) 0300-8800339

«ملنے کے پتے»

اسلامک بک کارپوریشن، کمیٹی چوک، راولپنڈی 051-5536111

احمد بک کارپوریشن، کمیٹی چوک، راولپنڈی 051-5558320

کتاب گھر، کمیٹی چوک، راولپنڈی 051-5552929

مکتبہ بابا فرید، چوک چٹی قبر، پاکپتن شریف 0301-7241723

مکتبہ قادریہ، پرانی سبزی منڈی، کراچی 0213-4944672

مکتبہ برکات المدینہ، بہادر آباد، کراچی 0213-4219324

مکتبہ رضویہ، آرام باغ، کراچی 0213-2216464

مکتبہ ضیائیہ، کمیٹی چوک، اقبال روڈ، راولپنڈی 051-5534669

مکتبہ سخی سلطان، حیدر آباد 0321-3025510

مکتبہ قادریہ، سرکلر روڈ، گوجرانوالہ 055-4237699

علامہ فضل حق پبلیکیشنز، دربار مارکیٹ، لاہور 0300-4798782

کتب خانہ حاجی مشتاق احمد، بوہر گیٹ ملتان 061-4545486

رائل بک کمپنی، کمیٹی چوک، اقبال روڈ، راولپنڈی 051-5541452

مکتبہ المجاهد، بھیرہ شریف 048-6691763

مکتبہ متینویہ، سیفیہ، بھاولپور 0301-7728754

فہرست

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر

❀❀❀❀

الحمد للّٰہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی

سید الانبیاء و المرسلین اما بعد!

تمہید

یقیناً یہ امر ہر شک وشبہ سے بالاتر ہے کہ اس کائنات ارض وسماء، جملہ موجودات ومخلوقات عالم کا خالق، مالک اور پروردگار صرف اللہ رب العزت کی ذات ہے۔ وہی معبود برحق ہے۔ وہی واجب الوجود، مستقل بالذات، مستعان حقیقی اور مدبر کائنات ہے۔ ازلی، ابدی، قدیم، یکتا اور واحد لاشریک ہے۔ وہ اپنی ذات وصفات اور احکام وافعال میں ہر قسم کے شریک وسہیم سے منزہ و پاک ہے۔ وہی اس کا مستحق ہے کہ اس کی بارگاہ میں جبیں سائی کی جائے اور جملہ حاجات طلب کی جائیں۔ اس کے ماسوا اس کائنات میں جو کچھ ہے سب اسی کے بندے اور محتاج ہیں۔ اس کا ارادہ اور منشاء کائنات کے ذرہ ذرہ میں جاری وساری ہے۔ کوئی اس کے حکم کے مقابل و مزاحم نہیں۔ مجال نہیں کہ کوئی ذرہ یا پتا اس کے اذن ومنشا کے بغیر سرمو حرکت کرے۔ وہ خلاق عالم اور قیوم زماں ہے۔ سب مخلوق فانی ہے وہ باقی اور دائمی ہے۔ سب مخلوق اپنے ہر کمال وجمال میں اس کی محتاج ہے اور وہ کسی کا محتاج نہیں۔ اور یہ عقیدہ عین تقاضائے توحید ہے۔ لہٰذا کوئی بھی فرد بشر اس وقت تک مؤمن، مسلمان نہیں ہوسکتا اور توحید خالص کا ادراک نہیں کرسکتا جب تک ان تمام امور پر اس کا عقیدہ محکم، غیر

متزلزل اور راسخ و واثق نہ ہو جائے۔ لیکن اس کے ساتھ ساتھ یہ عقیدہ بھی عین توحید خالص کا مقتضیٰ ہے کہ اللہ رب العزت کی بخشش و عطا بے انتہا ہے۔ اس کے فضل و کرم اور الطاف و عنایات کی کوئی حد نہیں۔ وہ بے حساب نوازنے والا ہے۔ وہ وھاب، جواد اور رزاق ہے۔ لہذا کوئی شخص یہ عقیدہ تو رکھے کہ مالک کائنات اور خالق کائنات فقط اللہ جل مجدہ ہے لیکن اس کی عطا محدود ہے۔ وہ اپنے بندوں کو اپنی نوازشات اور الطاف و کرم سے محروم رکھتا ہے تو بجا طور پر اس کے اوپر یہ آیت کریمہ منطبق ہوتی۔

وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ (الانعام۔91) ترجمہ: یعنی انہوں نے اللہ (ذوالمجد والعلیٰ) کی قدر نہ کی جیسی اس کی قدر کرنے کا حق ہے۔ یہی بات جب یہودیوں نے کی تو ان پر تازیانہ غضب الٰہی عزوجل برسا اور ان کو ہمیشہ کے لئے لعنت کے عمیق گڑھوں میں پھینک دیا گیا۔ حالانکہ یہودی لوگ اللہ عزوجل کی ذات و صفات اور اسکی مالکیت و خالقیت کے منکر نہ تھے مگر اس کی بے پایاں بخشش و عطا کا انکار کرتے تھے۔ چنانچہ قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَقَالَتِ الْيَهُوْدُ يَدُ اللّٰهِ مَغْلُوْلَةٌ ؕ غُلَّتْ اَيْدِيْهِمْ وَلُعِنُوْا بِمَا قَالُوْا ۘ بَلْ يَدٰهُ مَبْسُوْطَتٰنِ ۙ يُنْفِقُ كَيْفَ يَشَآءُ۔ (المآئدۃ۔64)

ترجمہ: یہودیوں نے کہا اللہ کا ہاتھ بندھا ہوا ہے (یعنی العیاذ باللہ خرچ نہیں کرتا) ان کے ہاتھ باندھے جائیں اور وہ اپنے قول کے سبب ملعون ہو گئے۔ بلکہ اس کے دست عطا (وقدرت) کشادہ ہیں وہ جیسے چاہتا ہے عطا فرماتا ہے۔

اس کے برعکس جو توحید اللہ رب العزت نے اپنے حبیب مکرم ﷺ کو تعلیم فرمائی اور جس کی ترویج و اشاعت کے لئے اللہ رب العزت نے انبیاء علیہم السلام کو مبعوث فرمایا وہ یہ

ہے۔

"قُلِ اللّٰهُمَّ مٰلِكَ الْمُلْكِ تُؤْتِی الْمُلْكَ مَنْ تَشَآءُ وَتَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَآءُ وَتُعِزُّ مَنْ تَشَآءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَآءُ ؕ بِيَدِكَ الْخَيْرُ ؕ اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِيْرٌ" (ال عمران۔26)

ترجمہ: (اے حبیب مکرم ﷺ) یوں عرض کر اے اللہ (عزوجل) ملک کے مالک! تو جسے چاہے سلطنت دے اور جس سے سلطنت چھین لے اور جسے چاہے عزت دے اور جسے چاہے ذلت دے۔ ساری بھلائی تیرے دست قدرت میں ہے۔ بے شک تو ہر چیز پر قادر ہے۔

اس آیت کریمہ میں واشگاف الفاظ میں توحید خالص کو بیان کیا گیا ہے۔ کہ بلاشبہ مالک کائنات فقط اللہ جل مجدہ ہے لیکن وہ جس کو چاہتا ہے اپنی سلطنت اور اپنے ملک میں تصرف و اختیار بھی عطا فرما دیتا ہے۔ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام اور اولیاء کاملین رحمہم اللہ علیہم کی شان تو بہت بلند ہے۔ اس کی شان کریمی اور شان عطا کا عالم تو یہ ہے کہ وہ کافروں، معاندوں، منکروں اور سرکشوں کو بھی اپنے در سے محروم نہیں رکھتا۔ ان کو بھی کسی حد تک سلطنت، تصرف اور اختیار دے دیتا ہے۔ اگرچہ بطور امتحان و استدراج ہی سہی لیکن دیتا تو وہی ہے۔ یہاں تک کہ فرعون، نمرود اور دجال جیسے کافر جو خدا عزوجل کے بدترین دشمن ہیں اور ان میں سے ہر ایک خدائی دعوے دار ہے لیکن قرآن مجید میں صریح الفاظ میں فرما دیا۔

"اٰتٰهُ اللّٰهُ الْمُلْكَ" (البقرۃ۔218)

ترجمہ: اللہ نے نمرود کو بادشاہی دی۔

اسی طرح فرعون کو ساری زمین پر سلطنت اور حکومت دی اور دجال جس کے بارے میں حدیث پاک میں ہے کہ اس کی آنکھوں کے درمیان ''ک، ف، ر'' یعنی کافر لکھا ہوگا۔

(صحیح بخاری ۔کتاب الفتن ۔باب ذکر الدجال۔ رقم الحدیث 7131، دارالکتاب العربی بیروت، صحیح مسلم۔ کتاب الفتن ۔ باب ذکر الدجال ۔ رقم الحدیث 7290۔دارالکتا ب العربی بیروت، جامع ترمذی کتاب الفتن ۔ باب ما جاء فی قتل عیسی بن مریم الدجال ۔رقم الحدیث 2245دارالمعرفه بیروت، سنن ابی داؤ د۔ کتاب الملاحم والفتن۔ باب خروج الدجال ۔ رقم الحدیث 4316دارالسلام ریاض)

اس کے تصرف و امتیاز کے متعلق حدیث پاک میں فرمایا:

''فیامر السما آ ء ان تمطر فتمطر، و یا مر الارض ان تنبت فتنبت''۔

(صحیح مسلم کتاب الفتن۔ باب ذکرالدجال و صفة ۔رقم الحدیث 7373 دارالکتاب العربی بیروت، جامع الترمذی کتاب الفتن ۔ باب ما جا ء فی فتنة الدجال رقم الحدیث 2240 دارالمعرفه بیروت، سنن ابی داؤد کتاب الملاحم۔ باب خروج الدجال رقم الحدیث 4321۔ دارالسلام ریاض، سنن ابن ماجه ۔ کتاب الفتن ۔باب فتنة الدجال ۔ کتاب الفتن 4075۔دارالسلام ریاض)

یعنی دجال آسمان کو برسنے کا حکم دے گا تو آسمان بارش برسائے گا اور زمین کو اگنے کا حکم دے گا تو زمین سبزہ اگائے گی۔

ایک اور حدیث میں یہ الفاظ ہیں کہ دجال مردہ کو زندہ کرے گا۔

فیقول الدجال :ارایت ان قتلت هذا ثم احییته هل تشکون فی الامر؟فیقولون:لا، فیقتله ثم یحییه۔

(صحیح بخاری۔ کتاب فضائل مدینة۔ باب لایدخل الدجال المدینة۔ رقم الحدیث 1882۔ دارالکتاب العربی بیروت، صحیح مسلم۔ کتاب الفتن۔ باب فی صفة الدجال۔ رقم الحدیث7375۔دارالکتاب العربی بیروت، سنن کبری۔ 4275؛ شرح السنة۔4258،مسند البزار۔

3394، مسند ابو یعلیٰ۔ 1074، مسند احمد ۔11318)

یعنی دجال کہے گا کہ اگر میں اس مرد کو قتل کر دوں اور پھر زندہ کر دوں تو کیا میرے بارے میں شک کرو گے؟ تو لوگ کہیں گے کہ نہیں تو وہ دجال اس مرد کو قتل کرے گا اور پھر اس کو زندہ کرے گا۔ اور مسلم کی دوسری حدیث کے الفاظ یہ ہیں:

''فیومر به فیوتر بالمنشار من مفرقه حتی یفرق بین رجلیه قال ثم یمشی الدجال بین القطعتین ثم یقول له قم۔ فیستوی قائما''

(صحیح مسلم۔ کتاب الفتن۔ باب فی صفة الدجال۔ رقم الحدیث 7377۔دارالکتاب العربی بیروت)

یعنی ایک آدمی کے بارے میں قتل کا حکم دیا جائے گا۔ پس اسکے سر سے پاؤں تک دو حصے کر دیئے جائیں گے پھر دجال ان حصوں کے پاس جا کر کہے گا۔ کھڑا ہو جا تو وہ سیدھا کھڑا ہو جائے گا۔

قارئین کرام! ملاحظہ فرمائیں کہ دجال جیسے بدترین خلائق کا تصرف کیا ہے؟ وہ آسمان سے بارش برسائے گا۔ زمین سے سبزہ اگائے گا اور مردے زندہ کرے گا۔ اور کوئی مسلمان یہ نہیں کہہ سکتا کہ یہ دجال کا کوئی ذاتی تصرف ہے۔ بلکہ اسے یہ تصرف واختیار اللہ رب العزت نے بطور استدراج دیا ہے۔ تو غور فرمائیں کہ جو کریم خدا اپنے دشمن کو بھی اس قدر وسیع سلطنت اور تصرف دے سکتا ہے۔ تو وہ اپنے کامل وفادار، ایمان والے بندوں کو اپنے جود و نوال اور اپنی عطا و بخشش سے کیسے محروم فرمائے گا؟ وہ وفادار بندے جو اس کی خاطر مصائب وآلام کی سختیوں میں پیکر صبر واستقامت بنے رہتے ہیں۔ جو اپنی تمام خواہشات، رغبات اور چاہتوں کو اس کے احکام واوامر کی تعمیل میں قربان کر دیتے ہیں۔ جن کی زبان ہر وقت اس کے ذکر میں تر اور جن کا دل

ہر وقت اس کی طرف متوجہ رہتا ہے۔ جو عبادات و ریاضات اور مجاھدات کی مشقتوں کو برداشت کر کے اس کی قربت اور رضا کا مقام پا لیتے ہیں۔ کبھی اس کی خاطر پتھر بھی برداشت کرتے ہیں، کبھی گالیاں بھی سنتے ہیں۔ کبھی لہولہان بھی ہو جائیں تو ماتھے پر شکن نہیں لاتے۔ سب لوگ جب میٹھی نیند کی آغوش میں سو جاتے ہیں تو وہ شب زندہ دار اس کی محبت میں اور اس کے وصل ولقا کی طلب میں اٹھ کر اس سے مناجات کرتے ہیں۔ یہ کیسے ہوگا کہ رب دشمنوں کو تو عطا کرے لیکن اپنے پیارے اور محبوب بندوں کو محروم کر دے۔ گالیاں دینے والوں کی تو جھولیاں بھر دے لیکن اپنے نام لیواؤں کو محروم کر دے۔ اس سے بڑھ کر رب عزوجل کی شان عطا کی بے قدری اور کیا ہوگی۔ اس لیے اللہ رب العزت نے واضح طور پر کافر اور مومن کے درمیان فرق کو بیان فرمایا۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

1- اَفَمَنْ كَانَ مُؤْمِنًا كَمَنْ كَانَ فَاسِقًا لَا يَسْتَوٗنَ۔ (السجدۃ۔18)

ترجمہ: ''کیا وہ جو ایمان والا ہے وہ اس جیسا ہو جائے گا جو نافرمان ہے۔ یہ برابر نہیں ہیں۔''

2- اَفَنَجْعَلُ الْمُسْلِمِيْنَ كَالْمُجْرِمِيْنَ۔ مَا لَكُمْ كَيْفَ تَحْكُمُوْنَ۔ (القلم۔35,36)

ترجمہ: ''کیا ہم مسلمانوں کو مجرموں کیطرح کر دیں گے۔ تمہیں کیا ہوا۔ کیسا حکم لگاتے ہو۔''

3- اَمْ حَسِبَ الَّذِيْنَ اجْتَرَحُوا السَّيِّاٰتِ اَنْ نَّجْعَلَهُمْ كَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَوَآءً مَّحْيَاهُمْ وَمَمَاتُهُمْ ؕ سَآءَ مَا يَحْكُمُوْنَ۔ (الجاثیۃ۔21)

ترجمہ: ''کیا جنھوں نے برائیوں کا ارتکاب کیا ہے وہ یہ سمجھتے ہیں کہ ہم انہیں ان جیسا کر دیں گے جو ایمان لائے اور جنھوں نے اچھے کام کیے کہ ان کی اُن کی زندگی اور موت برابر ہو جائے۔ کتنا برا وہ فیصلہ کرتے ہیں۔''

4- اَمَّنْ هُوَ قَانِتٌ اٰنَآءَ الَّيْلِ سَاجِدًا وَّ قَآئِمًا يَّحْذَرُ الْاٰخِرَةَ وَ يَرْجُوْا رَحْمَةَ رَبِّهٖ ؕ قُلْ هَلْ يَسْتَوِى الَّذِيْنَ يَعْلَمُوْنَ وَالَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ اِنَّمَا يَتَذَكَّرُ اُولُوا الْاَلْبَابِ۔ (الزمر۔9)

ترجمہ: ''کیا وہ جو فرمانبرداری میں رات کی گھڑیاں گزارے حالت سجدہ میں اور حالت قیام میں۔ آخرت سے ڈرتا ہو اور اپنے رب (عزوجل) کی رحمت کا امیدوار ہو (کیا وہ نافرمانوں جیسا ہو جائے گا) (اے حبیب مکرم ﷺ)! آپ فرما دیجئے کیا برابر ہیں جاننے والے اور جاہل۔ نصیحت کو وہی مانتے ہیں جو عقل والے ہیں۔''

اور کئی مقامات پر اللہ رب العزت نے اپنی رحمت، کرم اور فضل کے عموم و شمول کو بیان فرمایا۔ بالخصوص مومنین کاملین پر اپنی لازوال بخشش، فضل عظیم اور غیر فانی عطا کا ذکر فرمایا۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

1- فَقُلْ رَّبُّكُمْ ذُوْ رَحْمَةٍ وَّاسِعَةٍ۔ (الانعام۔147)

ترجمہ: ''(اے حبیب مکرم ﷺ!) فرما دیجئے کہ تمہارا رب بڑی وسیع رحمت والا ہے۔''

2- وَرَحْمَتِىْ وَسِعَتْ كُلَّ شَىْءٍ۔ (الاعراف۔156)

ترجمہ: ''اور میری رحمت ہر چیز کو محیط ہے۔''

3- رَبَّنَا وَسِعْتَ كُلَّ شَيْءٍ رَّحْمَةً وَّ عِلْمًا۔ (غافر-7)

ترجمہ: ''اے ہمارے رب (عزوجل) تیری رحمت اور تیرے علم نے ہر چیز کا احاطہ کیا ہوا ہے۔''

4- مَا عِنْدَكُمْ يَنْفَدُ وَمَا عِنْدَ اللهِ بَاقٍ۔ (النحل-96)

ترجمہ: ''جو تمہارے پاس ہے وہ ختم ہونے والا ہے اور جو اللہ کے پاس ہے وہ باقی اور لازوال ہے۔''

5- هٰذَا عَطَاؤُنَا فَامْنُنْ اَوْ اَمْسِكْ بِغَيْرِ حِسَابٍ۔ (صٓ-39)

ترجمہ: ''یہ ہماری بغیر حساب کے عطا ہے تو چاہے تو احسان کر یا روک رکھ۔''

6- اِنَّ هٰذَا لَرِزْقُنَا مَا لَهٗ مِنْ نَّفَادٍ۔ (صٓ-54)

ترجمہ: ''بے شک یہ ہمارا رزق ہے جس کو کبھی فنا نہیں۔''

7- اِنَّ اللهَ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَاءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ۔ (ال عمران-37)

ترجمہ: ''بے شک اللہ (عزوجل) جس کو چاہتا ہے۔ بغیر حساب کے روزی دیتا ہے۔''

8- اِنَّمَا يُوَفَّى الصّٰبِرُوْنَ اَجْرَهُمْ بِغَيْرِ حِسَابٍ۔ (الزمر-10)

ترجمہ: ''صبر کرنے والوں کو بغیر حساب کے اجر دیا جائے گا۔''

9- اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ اَجْرٌ غَيْرُ مَمْنُوْنٍ۔ (الانشقاق-25)

ترجمہ: ''مگر جو لوگ ایمان لائے اور اچھے کام کئے ان کے لئے وہ ثواب ہے جو کبھی ختم نہ ہوگا۔''

10- وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ بِاَنَّ لَهُمْ مِّنَ اللهِ فَضْلًا كَبِيْرًا۔ (الاحزاب-47)

ترجمہ: ''(اے حبیب مکرم صلی اللہ علیہ وسلم!) آپ مومنین کو بشارت دے دیجئے کہ

بے شک ان کے لئے اللہ کی طرف سے بہت بڑا فضل ہے۔''

اسی طرح رب جل جلالہ کی وسعت عطا کے تصور کے لئے یہ حدیث بھی پیش نظر رہے جس میں رب تعالیٰ کے آخری جنتی کو جو جہنم سے سزا پا کر جنت میں پہنچا اس کو اس زمین جتنا دس گنا حصہ جنت میں عطا فرمانے کا ذکر ہے۔ اور وہ سارا حصہ حور و غلمان، محلات، باغات اور نعمتوں سے بھرا ہوا ہوگا۔ جس میں اس کو کلی اختیار ہوگا۔ اور اس کو ہمیشہ کے لئے اس کا مالک بنا دیا جائے گا۔ چنانچہ حدیث پاک میں الفاظ ہیں۔

"فيقول هذا لك و عشرة امثاله"

(صحیح مسلم۔ کتاب الایمان۔ باب ادنی اهل الجنة منزلة فيها۔ رقم الحديث 465۔ دارالکتاب العربی بیروت، سنن الترمذی۔کتاب تفسیرالقرآن۔باب۔ومن سورة السجدة۔رقم الحديث۔3198۔دارالمعرفه بیروت)

ترجمہ: ''اللہ تعالیٰ اس آخری اور ادنی درجہ کے جنتی کو فرمائے گا کہ زمین جتنا بلکہ اس کا دس گنا حصہ تیرے لئے ہیں۔''

ایک اور حدیث میں یہ الفاظ ہیں:

"عن ابن عمر رضی الله عنهما۔ يقول۔ قال رسول الله صلى الله عليه وسلم:
ان ادنى اهل الجنة منزلة لمن ينظر الى جنانه و ازواجه و نعيمه و خدمه و سرره الف سنة"

(سنن الترمذی۔ کتاب صفة الجنة۔ باب ما جاء فی رویة الرب عزوجل۔ رقم الحديث 2553۔ دارالمعرفه۔ بیروت، مسند احمد۔ مسند المكثرين۔ مسند عبد الله بن عمر جلد 3 صفحه 224۔ رقم الحديث 5441۔ دارالکتب العلمية بیروت)

ترجمہ: ''بیشک ادنی جنتی کی منزلت یہ ہوگی کہ وہ اپنی جنتوں، بیویوں، نعمتوں، خادموں اور تختوں کی طرف ایک ہزار سال کی مسافت سے دیکھ رہا ہوگا۔''

قارئین کرام، غور فرمائیں کہ ایک ادنیٰ درجے کا جنتی جو جہنم سے اپنی سزا بھگت کر جنت میں پہنچا جو یقیناً گناہ گار ہوگا۔ اور کچھ بعید نہیں کہ وہ سابقہ امتوں میں سے ہو۔ اس پر رب عزوجل کی عطاو بخشش کا یہ عالم ہے کہ اس کو اس زمین جتنی دس گنا زمینوں جتنی جگہ عطا کی جائے گی اس کو اس زمین کا مالک بنا کر اختیار دیا جائے گا اور یقیناً اس کی جنت کے دائرہ کار کے مطابق اس کی رویت وبصارت اور سماعت کو بھی وسیع کر دیا جائے گا۔ تو اگر ایک ادنیٰ درجے کے جنتی پر رب عزوجل کی عطا کا یہ عالم ہے تو پھر کامل جنتی، متقی اور خداعزوجل کے ولی کے لئے کیا کچھ نہیں ہوگا۔ اس کی جنت، اس کے اختیارات وتصرفات اور اس کی رویت وبصارت کی وسعت کا کیا اندازہ ہوسکتا ہے۔ اور پھر انبیاء علیہم السلام بالخصوص سید الانبیاء والمرسلین، قائد الانبیاء و المرسلین، امام الانبیاء والمرسلین ﷺ پر اللہ رب العزت کے فضل وکرم، وسعت عطا اور ان کے تصرفات واختیارات اور ان کی وسعت بصارت وسماعت کا تو ادراک ہی نا ممکن ہے۔ جس محبوب ﷺ کو اللہ رب العزت نے عالم بیداری میں اپنے حسن و جمال اور انوار تجلیات کا مشاہدہ کروایا جن کو اپنی ذات وصفات کا مظہر کامل اور برھان اتم بنایا۔ جو اس کائنات میں خداعزوجل کی ذات تک رسائی کے وسیلہ عظمیٰ اور برزخ کبریٰ ہیں۔ جن کے سر انور پر رحمۃ اللعالمین اور خاتم النبیین کا تاج سجا اور جن کے بارے میں اللہ رب العزت نے اعلان فرمایا:

وَكَانَ فَضْلُ اللهِ عَلَيْكَ عَظِيْماً۔ (النساء۔113)

ترجمہ: ''(اے حبیب مکرم ﷺ!) آپ پر اللہ (جل مجدہ) کا عظیم فضل ہے۔''

اِنَّ فَضْلَهٗ كَانَ عَلَيْكَ كَبِيْراً۔ (الاسرآء۔87)

ترجمہ: ''(اے محبوب ﷺ!) آپ پر تو اللہ (جل مجدہ) کا بہت بڑا فضل ہے۔''

اللہ رب العزت جس فضل کو صفت ''کبیر'' اور ''عظیم'' کے ساتھ موصوف فرمائے اس کی وسعت، جامعیت اور معنویت کا کون احاطہ وادراک کرسکتا ہے؟ ایک مقام پر اپنے حبیب مکرم ﷺ کی علو مرتبت اور آپ ﷺ پر اپنی شان عطا کو غایت اعجاز وایجاز کے ساتھ ارشاد فرمایا۔

اِنَّآ اَعْطَيْنٰكَ الْكَوْثَرَ۔ (الکوثر۔1)

ترجمہ: ''(اے حبیب ﷺ!) بیشک ہم نے آپ کو کوثر کا مالک بنادیا ہے۔''

اس لفظ کوثر میں عظمت ورفعت وکمال مصطفیٰ ﷺ کے بحر ذخائر پوشیدہ و پنہاں ہیں، اور یہ ایک لفظ اپنے جلو میں جملہ خیرات وحسنات، ہر قسم کی حسی ومعنوی، ظاہری و باطنی اور دینوی و اخروی نعمتوں کا احاطہ کئے ہوئے ہے۔ چنانچہ حبر هذه الامة حضرت سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما لفظ کوثر کی تفسیر میں ارشاد فرماتے ہیں:

''الکوثر الخیر الکثیر الذی اعطا اللہ ایاہ''

(صحیح بخاری ۔ کتاب الرقاق۔ باب فی الحوض۔ رقم الحدیث 6578۔ دارالکتاب العربی بیروت، صحیح بخاری، کتاب التفسیر۔ سورۃ انا اعطیناک الکوثر۔ رقم الحدیث 4966دارالکتاب العربی بیروت)

ترجمہ: ''لفظ کوثر سے مراد ہر قسم کی خیر کثیر ہے۔ جو اللہ رب العزت نے اپنے حبیب مکرم ﷺ کو عطا فرمائی ہے۔''

ملاحظہ فرمائیں کہ رب تعالیٰ اپنے حبیب علیہ السلام کو کتنا نوازنے اور عطا کرنے والا ہے۔ وہ اپنے حبیب پر کتنا مہربان ہے۔ اپنے حبیب سے کتنی محبت فرماتا ہے۔ اپنے حبیب علیہ السلام کی کتنا اعزاز واکرام فرماتا ہے۔ یہی وجہ کہ اس کائنات ارض وسماء

میں بے شمار مخلوق، انبیاء، ملائکہ، جن و انس ایسے ہیں جن کو اللہ رب العزت نے ان کے حسب مراتب، مقام اور قربت عطا فرمائی۔ لیکن جیسی علو مرتبت، شان، منزلت، مقام، وجاہت اور قربت و وصل اپنے حبیب ﷺ کو عطا فرمائی، کائنات میں کسی ایک فرد کو بھی اللہ رب العزت نے ایسی شان و مقام نہیں عطا فرمایا۔ چنانچہ حضرت خواجہ صالح بن مبارک بخاری خلیفہ مجاز خواجہ خواجگان سیدنا بہاؤ الدین نقشبند رضی اللہ عنہ ''انیس الطالبین'' صفحہ 9 پر لکھتے ہیں:

''اجماع اہل تصوف است کہ صدیقیت نزدیک ترین مقامے و مرتبہ ایست بہ نبوت و سخن سلطان العارفین ابو یزید بسطامی قدس سرہ العزیز است کہ آخر نہایت صدیقاں اول احوال انبیاء علیہم السلام است و از کلمات قدسیہ ایشان است کہ نہایت مقام عامہ مومناں بدایت مقام اولیاء است و نہایت مقام اولیاء بدایت مقام شہیداں است و نہایت مقام شہیداں بدایت مقام صدیقاں است و نہایت مقام صدیقاں بدایت مقام انبیاء است و نہایت مقام انبیاء علیہم السلام بدایت مقام رسل کرام است و نہایت مقام رسل بدایت مقام اولوالعزم است و نہایت مقام اولوالعزم بدایت مقام مصطفیٰ ﷺ است و مقام مصطفیٰ ﷺ را نہایت پیدا نیست جز حق جل و علا کسی نہایت مقام وے ﷺ را نداند۔'' (انیس الطالبین۔ ص 9)

ترجمہ: ''صوفیا کرام کا اس پر اتفاق ہے کہ نبوت کے سب سے زیادہ نزدیک مقام و مرتبہ صدیقیت ہے اور سلطان العارفین ابو یزید بسطامی قدس سرہ فرماتے ہیں کہ صدیقوں کے مقام کی نہایت نبیوں کے مقام کی

ابتداء ہے اور انہی کے کلمات قدسیہ میں سے ہے کہ عام مومنین کے مقام کی انتہا و غایت اولیاء کے مقام کے ابتداء اور اولیاء کے مقام کی غایت و انتہا شہیدوں کے مقام کی ابتداء اور شہیدوں کے مقام کی غایت، صدیقوں کے مقام کی ابتداء اور صدیقوں کے مقام کی غایت، نبیوں کے مقام کی ابتداء ہے۔ اور نبیوں کے مقام کی انتہاء رسولوں کے مقام کی ابتداء ہے اور رسولوں کے مقام کی غایت، اولوالعزم کے مقام کی ابتداء ہے اور اولوالعزم کے مقام کی غایت حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے مقام کی ابتداء ہے اور حضرت محمد ﷺ کے مقام کی کوئی انتہا نہیں۔ حق تعالیٰ کے سوا کوئی آپ کے مقام کی انتہاء کو نہیں جانتا۔''

امام العلامہ قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ اپنی مشہور کتاب ''الشفاء'' میں رقم طراز ہیں کہ

''لا خفاء علی من مارس شیئا من العلم۔ او خص بادنیٰ لمحۃ من فھم بتعظیم اللّٰہ تعالیٰ قدر نبینا علیہ الصلوٰۃ والسلام، وخصوصہ ایاہ بفضائل و محاسن و مناقب لا تنضبط لزمام و تنویھہ من عظیم قدر بما تکل عنہ الالسنۃ والاقلام۔''

(لشفاء۔ القسم الاول فی تعظیم تعلی الاعلی لقدر ھذا النبی المصطفیٰ ﷺ قولا و فعلا۔ ص 11 دار ابن حزم بیروت)

ترجمہ: ''یہ بات اس شخص پر بالکل مخفی نہیں جس کو ذرہ بھر علم سے لگاؤ ہے یا فہم کے ادنیٰ لمحہ سے مخصوص ہو کہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے نبی ﷺ کے

مرتبہ اور شرف کو معظم کیا۔ اور اللہ تعالیٰ نے ہمارے نبی مکرم ﷺ کو اتنے فضائل و محاسن اور مناقب سے مخصوص کیا کہ ضبط کی جدو جہد کرنے والا حصر نہیں کر سکتا اور اللہ تعالیٰ نے ہمارے نبی ﷺ کے قدر عظیم کو اتنا بلند فرمایا کہ اس کے بیان کرنے سے زبانیں اور قلمیں عاجز ہیں۔

محقق علی الاطلاق شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے فرمایا:

''افہام خلائق در کمالات انبیاء علیہم السلام حیران و انبیاء علیہم السلام در ذات وے ﷺ کمالات انبیاء علیہم السلام محدود و معین است و خیال و قیاس را بدرک کمال وے ﷺ راہ نہ بود۔'' (مرج البحرین وصل 12)

ترجمہ: تمام مخلوق کی افہام وعقول انبیاء علیہم السلام کے کمالات میں حیران ہیں۔ جبکہ انبیاء علیہم السلام کمالات مصطفیٰ کریم ﷺ میں حیران ہیں۔ تمام انبیاء علیہم السلام کے کمالات و معجزات محدود و معین ہیں، لیکن ذات مصطفوی ﷺ کے کمالات، معجزات، فضائل و مناقب، محامد و محاسن محدود و معین ہونے سے بلند ہیں اور خیال و قیاس کو کمالات مصطفیٰ ﷺ کے ادراک کی کوئی راہ نہیں۔''

نیز ابن تیمیہ نے لکھا:

''کان ﷺ من ربه بالمنزلة العليا التي تقاصرت العقول والالسنة عن معرفتها و نعتها''

(الصارم المسلول۔ ص26۔ دار الجبل بیروت)

ترجمہ: ''حضور نبی مکرم ﷺ اپنے رب کریم جل مجدہ کی بارگاہ میں اس بلند

مقام و مرتبہ پر فائز ہیں کہ عقلیں اور زبانیں اس کی معرفت اور توصیف سے قاصر و عاجز ہیں۔''

سو جس محبوب ﷺ کی وجاہت و منزلت اور مقام و مرتبہ اللہ جل مجدہ کی بارگاہ میں اتنا بلند ہے اس محبوب پر اللہ رب العزت کے جود و نوال اور عنایات و نوازشات کا عالم کیا ہوگا؟

❀❀❀❀

وضاحت عقیدہ

قارئین کرام! اس مختصر سی تمہید کو سمجھنے کے بعد یہ جان لیں کہ اللہ رب العزت کے ان بے پایاں الطاف و اکرام اور انعامات و احسانات میں سے ایک فضل عظیم اور نعمت عظمیٰ جو اس نے اپنے حبیب مکرم محمد مصطفیٰ ﷺ کو عطا فرمائی وہ یہ کہ اللہ رب العزت نے آپ ﷺ کی سماعت کے دائرہ کار کو وسیع فرمادیا۔ مشرق و مغرب، شمال و جنوب اور تحت و فوق کی وسعتوں کو سماعت مصطفےٰ ﷺ کے لئے محدود فرمادیا۔ آقا کریم ﷺ جس طرح قریب کی آواز کو سماعت فرماتے اسی طرح باذن اللہ دور کی آواز کو سماعت فرماتے۔ اللہ رب العزت نے جس طرح آپ ﷺ کو ذات اور ہر صفت میں یکتا، منفرد، بے مثل، بے نظیر اور شان اعجازی کا حامل بنایا اسی طرح آپ ﷺ کو آپ کی صفت سماعت میں بھی بے مثل، بے نظیر اور یکتا و منفرد بنادیا۔ کائنات میں کسی مخلوق کی سماعت کا دائرہ کار اتنا وسیع نہیں جتنا بفضلہٖ تعالیٰ مصطفےٰ جان رحمت ﷺ کی سماعت کا دائرہ کار وسیع ہے۔ آج بعد از وصال بھی حضور اقدس ﷺ اپنی قبر انور میں امت کی التجائیں، التماسات اور صلوٰۃ و سلام کو سماعت کرتے ہیں۔ اپنی امت کے احوال و اعمال کا مشاہدہ و معائنہ فرماتے ہیں۔ اور کیوں نہ ہو کہ حضور اقدس ﷺ کی سماعت اللہ رب العزت کی صفت سماعت کی مظہر اتم ہے۔ لیکن یہاں یہ بات توجہ کے قابل ہے کہ اللہ رب العزت کی صفت سماعت اور حضور اکرم ﷺ کی صفت سماعت میں متعدد وجوہ سے فرق ہے جن کو نظر انداز کرنے کی وجہ سے مغالطہ، اختلاف و انتشار اور مباحثہ و

مجادلہ تک نوبت آتی ہے وہ یہ کہ

1- اللہ رب العزت کی صفت سماعت قدیم ہے یعنی ہمیشہ سے ہے۔ جبکہ حضور اقدس ﷺ کی صفت سماعت حادث ہے یعنی پہلے نہیں تھی۔ بعد میں ہوئی جس طرح حضور اقدس ﷺ کی ذات حادث ہے۔

2- اللہ رب العزت اپنی صفت سماعت میں مستقل ہے یعنی کسی کا محتاج نہیں۔ جبکہ حضور اقدس ﷺ اپنی ذات و صفات کی طرح اپنی صفت سماعت میں بھی اللہ عزوجل کے محتاج ہیں۔

3- اللہ رب العزت کی صفت سماعت ذاتی ہے یعنی کسی کی عطا سے نہیں جبکہ حضور اقدس ﷺ کی صفت سماعت ذاتی نہیں بلکہ اللہ رب العزت کی عطا توفیق اور اذن سے ہے۔

4- اللہ رب العزت کی صفت سماعت لامحدود، لامتناہی ہے۔ جبکہ حضور اقدس ﷺ کی صفت سماعت اپنی وسعت کے باوجود محدود اور متناہی ہے۔

5- اللہ رب العزت کی صفت سماعت ممتنع التبدل ہے یعنی اللہ رب العزت کی صفت کا انقطاع یا سلب ممکن نہیں جبکہ حضور اقدس ﷺ کی صفت سماعت ممکن التبدل ہے۔

6- حضور اقدس ﷺ کا سننا آلہ سمع یعنی کان مبارک سے ہے جبکہ اللہ عزوجل اپنی صفت سماعت میں آلات کی احتیاج سے پاک ہے۔

7- اللہ رب العزت کا سننا یقینی اور قطعی ہے۔ اور اللہ رب العزت کی سماعت نے موجودات، مخلوقات کے ہر فرد کی آواز کا بروجہ اتم احاطہ کیا ہوا ہے جبکہ حضور اقدس ﷺ کا دور سے سننا ظنی ہے۔ عین ممکن ہے کہ اللہ رب العزت آپ

ﷺ کو دور کی آواز کسی مصلحت وحکمت سے نہ سنوائے یا آپ کی توجہ اس سے ہٹادے۔

ان تمام فروق ظاہرہ متعددہ کا لحاظ کر کے کسی کا یہ کہنا کہ حضور اقدس ﷺ دور کی آواز اللہ عزوجل کی توفیق واذن سے سماعت فرماتے ہیں اور یہ سماعت بھی آپ کی ذاتی نہیں بلکہ اللہ جل مجدہ کی عطا سے ہے تو اس میں کیا شرعی استحالہ لازم آتا ہے؟ یا یہ عقیدہ توحید خالص کے منافی کس طرح ہوسکتا ہے؟ جبکہ قرآن مجید میں متعدد مقامات پر اللہ رب العزت نے بھی ان فروق کا لحاظ رکھا ہے۔ اور اگر وہ لحاظ نہ ہو تو پھر روئے زمین پر کوئی بندہ مسلمان نہیں رہ سکتا۔ چنانچہ اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا۔

اِنَّہٗ ھُوَالسَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ۔ (بنی اسرائیل۔1)

ترجمہ: ''بیشک اللہ ہی سمیع وبصیر (یعنی سننے والا اور دیکھنے والا) ہے۔''

اسی طرح یہ بھی قرآن کی آیت ہے جس میں اللہ عزوجل نے انسان کو سمیع و بصیر فرمایا۔

فَجَعَلْنَاہُ سَمِیْعاً بَصِیْراً۔ (الدھر۔2)

ترجمہ: ''پس ہم نے انسان کو سمیع وبصیر (یعنی سننے والا اور دیکھنے والا) بنا دیا۔''

یہاں صفت ''سمیع وبصیر'' میں لفظی اشتراک کے باوجود ذاتی وعطائی اور استقلال وعدم استقلال کا نمایاں فرق ہے۔ جس کی وجہ سے یہ توحید خالص کی منافی نہیں۔ بلکہ عین تقاضائے توحید ہے۔ ایک اور مقام پر اللہ جل مجدہ نے فرمایا:

اَللّٰہُ یَتَوَفَّی الْاَنْفُسَ حِیْنَ مَوْتِھَا۔ (الزمر۔42)

ترجمہ: ''موت کے وقت اللہ ہی جانوں کو وفات دیتا ہے۔''

یہاں ''یتوفی'' فعل کا فاعل اللہ جل مجدہ ہے۔ دوسرے مقام پر اللہ رب العزت نے ''یتوفی'' فعل کا فاعل ملک الموت علیہ السلام کو قرار دیا۔ چنانچہ فرمایا:

قُلْ یَتَوَفّٰکُمْ مَلَکُ الْمَوْتِ الَّذِیْ وُکِّلَ بِکُمْ۔ (السجدۃ۔11)

ترجمہ: ''(اے حبیب مکرم ﷺ!) فرمادیجئے تمہیں موت کا فرشتہ وفات دیتا ہے جو تم پر مقرر کیا گیا ہے۔''

یہاں اس کے سوا اور کیا توجیہ ہوسکتی ہے؟ کہ اللہ رب العزت ''یتوفی'' فعل کا فاعل حقیقی ہے۔ جبکہ ملک الموت علیہ السلام اس کے اذن اور اس کی عطا کردہ توفیق سے فوت کرتے ہیں۔ نیز ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَاَنَّہٗ یُحْیِ الْمَوْتٰی۔ (الحج۔6)

ترجمہ: ''اور بیشک اللہ (رب العزت) ہی مردے زندہ کرتا ہے۔''

اور ایک مقام پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق فرمایا:

اُحْیِ الْمَوْتٰی بِاِذْنِ اللّٰہِ۔ (ال عمران۔49)

ترجمہ: (حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ) میں مردے زندہ کرتا ہوں اللہ کے اذن سے۔''

اللہ جل مجدہ رؤف ورحیم ہے۔ چنانچہ فرمایا:

اِنَّ اللّٰہَ بِالنَّاسِ لَرَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ۔ (البقرۃ۔143)

ترجمہ: ''بیشک اللہ لوگوں پر رؤف (نہایت مہربان) اور رحیم (یعنی بے حد رحم کرنے والا) ہے۔''

اور اس نے اپنے حبیب ﷺ کو بھی رؤف اور رحیم فرمایا۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ۔ (التوبة۔128)

ترجمہ: ''(میرے حبیب ﷺ) ایمان والوں پر رؤف اور رحیم ہیں۔''

بیٹے بیٹیاں اللہ رب العزت عطا فرماتا ہے۔ چنانچہ ارشاد فرمایا:

يَهَبُ لِمَنْ يَّشَآءُ اِنَاثًا وَّ يَهَبُ لِمَنْ يَّشَآءُ الذُّكُوْرَ۔ (الشوری۔49)

ترجمہ: ''اللہ (جل مجدہ) جسے چاہے لڑکی عطا فرماتا ہے اور جسے چاہے لڑکا عطا فرماتا ہے۔''

حضرت جبرائیل علیہ السلام کے متعلق ارشاد فرمایا:

قَالَ اِنَّمَآ اَنَا رَسُوْلُ رَبِّكِ لِاَهَبَ لَكِ غُلٰمًا زَكِيًّا۔ (مریم۔19)

ترجمہ: ''(حضرت جبرائیل علیہ السلام) نے (حضرت مریم) سے فرمایا کہ میں تیرے رب کا بھیجا ہوا ہوں۔ میں اس لئے آیا ہوں تا کہ تجھے ایک پاکیزہ بیٹا عطا کروں۔''

یہ بطور نمونہ چند آیات ہیں۔ وگرنہ قرآن مجید میں اس طرح کی بہت مثالیں موجود ہیں جن کا یہاں احاطہ کرنا مقصود نہیں بلکہ یہ واضح کرنا مقصود ہے کہ قرآن مجید میں بظاہر اللہ کی صفت اور بندوں کی صفت میں لفظاً اشتراک معلوم ہوتا ہے لیکن ان میں معنوی طور پر یہ فرق کیا گیا کہ اللہ رب العزت کی تمام صفات حقیقی وذاتی ہیں اور وہ اپنی ان تمام صفات میں مستقل ہے۔ لیکن بندوں کی صفات مجازی وعطائی ہیں اور وہ اپنی ان تمام صفات میں غیر مستقل ہیں تو یہی عقیدہ عین ایمان رہا اور توحید خالص میں بھی سرمو فرق نہ آیا تو جب یہی فرق اللہ رب العزت کی صفت سماعت اور حضور اقدس ﷺ کی صفت سماعت میں ملحوظ رہے گا تو بھی توحید میں فرق نہیں آئے گا۔ چنانچہ رشید احمد گنگوہی نے ان اشعار

یا رسول اللہ انظر حالنا　　　یا نبی اللہ اسمع قالنا

اور

یا اکرم الخلق مالی من الوذبہ　　　سواک عنہ حلول الحادث الھمم

(قصیدہ بردہ شریف)

کے متعلق فتاویٰ رشیدیہ میں لکھا ہے:

''یہ خود معلوم آپ کو ہے کہ نداء غیر اللہ تعالیٰ کو کرنا دور سے شرک حقیقی جب ہوتا ہے کہ ان کو عالم سامع مستقل عقیدہ لے ورنہ شرک نہیں (یعنی اگر ان کو ان صفات میں غیر مستقل سمجھتا ہے۔ عاطف)۔ مثلاً یہ جانے کہ حق تعالیٰ ان کو مطلع فرمادے گا یا باذنہ تعالیٰ انکشاف ان کو ہو جائے گا یا باذنہ تعالیٰ ملائکہ پہنچادیں گے جیسا کہ درود کی نسبت وارد ہے یا محض شوقیہ کہتا ہو، محبت میں یا عرض حال محل تحسر وحرمان میں کہ ایسے مواقع میں اگرچہ کلمات خطابیہ بولتے ہیں لیکن ہرگز نہ مقصود اسماع ہوتا ہے نہ عقیدہ۔ پس ان ہی اقسام سے کلمات مناجات واشعار بزرگان کے ہوتے ہیں کہ فی حد ذاتہ نہ شرک نہ معصیت۔'' (فتاویٰ رشیدیہ ص154۔ کارخانہ اسلامی کتب۔ دستگیر کالونی۔ کراچی)

قرآنی آیات اور فتاویٰ رشیدیہ کی اس عبارت سے امس وشمس کی طرح واضح ہو گیا کہ انبیاء واولیاء کی سماعت کے متعلق اگر یہ عقیدہ ہو کہ وہ اپنی سماعت میں غیر مستقل ہیں اور ان کی سماعت اللہ عزجل کی توفیق، عطا اور اذن کے ساتھ ہے تو یہ توحید خالص کے منافی نہیں۔ بلکہ عین تقاضائے توحید ہے۔

اگرچہ اس کتاب کا مرکزی اور بنیادی موضوع حضور اقدس ﷺ کے سماع عن البعید کو دلائل و براہین سے ثابت کرنا ہے لیکن اس مسئلہ کی تقریب الی الفھم کیلئے

ہم تین حصوں میں منقسم کرتے ہیں۔

1- کیا اللہ رب العزت کسی کو دور کی آواز سنانے پر قادر ہے؟

2- کیا اللہ رب العزت نے حضور اقدس ﷺ کے سوا کسی اور کو بھی دور سے سننے کی صفت عطا فرمائی ہے؟

3- کیا اللہ رب العزت نے اپنے حبیب مکرم ﷺ کو دور سے سننے کی قوت اور طاقت عطا فرمائی ہے؟

تیسری شق اگرچہ دوسری شق ہی سے ثابت ہو جائے گی کیونکہ جب حضور اقدس ﷺ کے علاوہ دوسری مخلوق کا سننا ثابت ہو جائے گا تو حضور اقدس ﷺ کا دور سے سننا از خود ثابت ہوگا۔ اس لئے کہ تمام مخلوق آقا کریم ﷺ کی امت میں شامل ہے۔ اور یہ نہیں ہو سکتا کہ ایک کمال امتی کو نصیب ہو جائے اور نبی اس کمال سے محروم رہے۔ جبکہ حضور اقدس ﷺ مخلوق کے ہر کمال میں واسطہ عظمیٰ اور برزخ کبریٰ ہیں۔ حضور اقدس ﷺ کی وساطت کے بغیر کسی کو کوئی کمال میسر نہیں آتا۔ چنانچہ مشہور حدیث ملاحظہ کریں:

"انما انا قاسم واللہ یعطی"

(صحیح بخاری۔ کتاب لعلم۔باب من یرد الله به خیراً۔رقم الحدیث71، دارالکتاب العربی بیروت، صحیح مسلم رقم الحدیث1037، سنن ابن ماجه ۔ رقم الحدیث 221۔مسند احمد رقم الحدیث۔16834، مسند ابو یعلی 7381۔المعجم الکبیر860)

ترجمہ: ''بے شک اللہ جل مجدہ مجھے عطا فرماتا اور میں تقسیم کرتا ہوں۔''

حسین احمد ٹانڈوی نے لکھا.....

''یہ جملہ حضرات (یعنی اکابرین دیوبند) ذات حضور پرنور ﷺ کو ہمیشہ سے اور ہمیشہ تک واسطہ فیوضات الٰہیہ و میزاب رحمت غیر

متناہیہ اعتقاد کئے ہوئے بیٹھے ہیں۔ ان کا عقیدہ یہ ہے کہ ازل سے ابد تک جو جو رحمتیں عالم پر ہوئی ہیں اور ہوں گی عام ہے کہ وہ نعمت وجود کی ہو یا اور کسی قسم کی ان سب میں آپ کی ذات پاک اسی طرح واقع ہوئی ہے کہ جیسے آفتاب سے نور چاند میں آیا ہو۔ اور چاند سے نور ہزاروں آئینوں میں غرض کہ حقیقت محمدیہ ﷺ واسطہ جملہ کمالات عالم و عالمیاں ہیں۔ یہی معنی "لولاك لما خلقت الافلاك" اور اول ما خلق اللہ نوری اور انا نبی الانبیاء وغیرہ کے ہیں۔ اس احسان و انعام عام میں جملہ عالم شریک ہیں علاوہ اس کے آپ کی ذات مقدس کو ارواح مومنین سے وہ خاص نسبت ہے کہ جس کی وجہ سے آپ باپ روحانی جملہ مومنین کے ہیں اور یہ احسان بھی ابتداء عالم سے آخر تک کے مومنین کو عام ہے۔ علاوہ اس کے مومنین امت مرحومہ کے ساتھ ماسوا اس کے اور بھی خاص علاقہ ہے جو کہ اور امم کے مومنین کو نہیں۔''

(شہاب ثاقب۔ ص190۔ ادارہ تحقیقات اہل سنت، لاہور)

نیز حسین احمد ٹانڈیوی نے قاسم نانوتوی کے اشعار قصائد قاسمی سے نقل کئے۔

تو فخر کون و مکان زبدہ زمین و زماں
امیر لشکر پیغمبران شہ ابرار
جہاں کے سارے کمالات ایک تجھ میں ہیں
تیرے کمال کسی میں نہیں مگر دو چار
جلو میں تیرے سب آئے عدم سے تا بوجود
بجا ہے تم کو اگر کہیے مبد الاثار

(قصائد قاسمی بحوالہ شہاب ثاقب ص190-191)

باب اول

سماع عن البعید کا امکان

اللہ جل مجدہ کی قدرت کاملہ سے استدلال

آج کے دور میں سائنس کا دائرہ ارتقاء نقطہ کمال پر ہے۔ جدید ٹیکنالوجی اور سائنس نے وہ بہت سے معاملات جن کو چند سال پہلے ناممکن اور محال سمجھا جاتا تھا ان کو نہ صرف یہ کہ ممکن ثابت کیا بلکہ تجرباتی اور مشاہداتی سطح پر اس حقیقت کو وقوع پذیر کر کے دکھایا۔ آج سے تقریباً دوصدی پہلے سماع عن البعید یعنی دور سے سننے کا عقل انسانی تصور بھی نہیں کر سکتا تھا۔ لیکن کیا یہ حقیقت نہیں کہ آج موبائل، ٹیلی فون، ٹیلی ویژن، انٹرنیٹ اور سٹیلائیٹ کے ذریعے مشرق کی آواز کو مغرب اور مغرب کی آواز کو مشرق، شمال کی آواز کو جنوب اور جنوب کی آواز کو شمال تک پہنچانے میں کوئی استحالہ نہیں۔ آپ اپنے گھر میں بیٹھے امریکہ اور برطانیہ میں موجود انسان سے بآسانی کلام کرتے ہیں۔ راقم الحروف کو بحمد اللہ تعالیٰ 21 اپریل 2008 میں حرمین شریفین کی سعادت میسر آئی۔ (خدایا ایں کرم بار دگر کن) وہاں پاکستان سے دوست واحباب اور تعلق والوں کا فون آتا تو باوجودیکہ ہزاروں حجابات وموانع ہیں۔ ایک بہت بڑا سمندر ہے۔ ریگستان وریگزار ہیں۔ لیکن آواز اس طرح صاف وہاں پر پہنچتی کہ یوں معلوم ہوتا تھا کہ جیسے آمنے سامنے بالکل قریب بیٹھ کر بات کر رہے ہیں۔ اسی طرح آپ گھر بیٹھے ٹیلی ویژن کے ذریعے برطانیہ، ساؤتھ افریقہ، انڈیا وغیرہ میں ہونے

والے کرکٹ میچ بآسانی دیکھتے ہیں۔ وہاں کی آواز کو سنتے ہیں حالانکہ آپ کے اور اس میدان کے درمیان ہزاروں میل کا فاصلہ ہے اور سائنس دان جب اپالو 11 کے ذریعے چاند پر پہنچے تو انہوں نے چاند پر پہنچ کر امریکہ میں اپنے مرکز کیساتھ رابطہ کیا۔ انہوں نے وہاں سے کلام کیا۔ انہوں نے یہاں پر سنا۔ انہوں نے یہاں سے کلام کیا تو انہوں نے وہاں سے سنا۔ اور زمین اور چاند کے درمیان دولاکھ چالیس ہزار میل کا فاصلہ ہے۔ غور فرمائیں کہ وہ انسان جس کی حقیقت ایک مشت خاک اور نطفہ آب سے بڑھ کر نہیں۔ اگر یہ انسان اللہ جل مجدہ کی دی ہوئی صلاحیت واستعداد اور عقل و شعور کے ذریعے اتنا کمال دکھا سکتا ہے۔ تو کیا اللہ جل مجدہ کسی انسان کو دور کی آواز سنانے پر قادر نہیں؟ اس سے بڑھ کر خدا عزوجل کی قدرت کی بے قدری اور کفرو ارتداد کیا ہوگا کہ بندہ اللہ رب العزت کو دور کی آواز سنوانے سے عاجز سمجھے العیاذ باللہ تعالیٰ جس ذات نے محض اپنے امر کن سے زمین وآسمان، عرش وکرسی، لوح وقلم، جنت ودوزخ، بروبحر، کوہ وکوہسار، اشجار وجبال، جنات، انسان، ملائکہ اور بے شمار مخلوق کو پیدا فرمایا۔ ان کے ارزاق اور سامان معیشت اس قدر فراوانی سے پیدا فرمایا۔ سمندروں کو مسخر کیا۔ زمین وآسمان کے درمیان اتنا بڑا سورج، چاند اور بے شمار ستارے مسخر ومعلق فرمائے۔ سوچیئے ایسے قادر مطلق کی قدرت کاملہ سے کیا بعید ہے کہ وہ اپنے کسی بندہ کو دور کی آواز سننے کی طاقت وقوت عطا فرمائے؟ چنانچہ قرآن مجید میں کئی مقامات پر اللہ رب العزت نے انسانوں کو اپنی مخلوقات ومصنوعات سے اپنی قدرت کے کمال کی طرف متوجہ فرمایا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

1- وَاللّٰهُ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ۔

(البقرۃ-284، آل عمران-29، المائدہ-17، المائدہ-19، المائدہ-40، الانفال-41، التوبۃ-39، الحشر-6)

ترجمہ: ”اور اللہ ہر چیز پر مکمل قدرت رکھنے والا ہے۔“

نیز ارشاد فرمایا:

2- اِنَّ اللہَ عَلٰی کُلِّ شَیْ ءٍ قَدِیْر۔

(لقرۃ۔109، البقرۃ۔148، ال عمران۔165، النحل۔77، النور۔45، العکبوت۔20، فاطر۔1)

ترجمہ: ''بیشک اللہ (جل مجدہ) ہر چیز پر مکمل قدرت رکھنے والا ہے۔''

3- اَنَّ اللہَ عَلٰی کُلِّ شَیْ ءٍ قَدِیْر۔(البقرۃ۔106، البقرۃ۔259، الطلاق۔12)

ترجمہ: ''بیشک اللہ (جل مجدہ) ہر چیز پر مکمل قدرت رکھنے والا ہے۔''

4- ھُوَعَلٰی کُلِّ شَیْ ءٍ قَدِیْر۔

(المائدہ۔ 120، الانعام۔17، ھود۔4، الروم۔50، الشوریٰ۔9، الحدید۔2، التغابن۔1، الملک۔1)

ترجمہ: ''وہ (عالی مرتبت ذات) ہر چیز پر مکمل قدرت رکھنے والا ہے۔''

ان تمام آیات میں ''قدیر'' مبالغہ کا صیغہ ہے۔ جس میں قدرت کے کمال اور ہر نقص و عجز سے منزہ ہونے کیطرف اشارہ ہے۔ اور ''شیءٍ'' نکرہ ہے جس میں عموم پایا جاتا ہے۔ اور لفظ ''کل'' میں بھی عموم ہے چونکہ یہ موجبہ کلیہ کا سور ہے اور جب "کل" کی اضافت نکرہ کی طرف کی جاتی ہے۔ تو اس تعمیم میں شمول اور تاکید پیدا ہو جاتی ہے چنانچہ علامہ تفتازانی بیان کرتے ہیں:

"اذا اضیف کل الی النکرۃ فھو لعموم افرادھا" (توضیح تلویح۔ص173)

ترجمہ: ''جب کل کی اضافت نکرہ کی طرف ہو تو وہ اس کے تمام افراد کو شامل ہوتا ہے۔''

"کل شییء" کے عموم میں اسماع عن البعید بھی شامل ہے۔ تو معلوم ہوا کہ اللہ رب العزت دور کی آواز سنوانے پر مکمل قادر ہے۔

ایک اور مقام پر اپنی قدرت کاملہ کو بیان فرمایا:

5- اِنَّ رَبَّکَ فَعَّالٌ لِّمَا یُرِیْدُ۔ (ھود۔107)

ترجمہ: ''بے شک (اے حبیب مکرم ﷺ!) آپ کا رب (عزوجل) جو چاہتا ہے وہ کرتا ہے۔''

6- اِنَّ اللہَ یَفْعَلُ مَا یُرِیْدُ۔ (الحج۔14)

ترجمہ: ''بے شک اللہ (عزوجل) جو چاہتا ہے وہ کرتا ہے۔''

7- اِنَّ اللہَ یُمْسِکُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ اَنْ تَزُوْلَا۔ (فاطر۔41)

ترجمہ: ''بیشک اللہ (عزوجل) نے آسمانوں اور زمین کو زوال سے روکا ہوا ہے۔''

8- وَالشَّمْسُ تَجْرِیْ لِمُسْتَقَرٍّ لَّهَا ذٰلِکَ تَقْدِیْرُ الْعَزِیْزِ الْعَلِیْمِ۔ (یٰس۔30)

ترجمہ: ''اور سورج اپنے مستقر اور مدار میں چل رہا ہے۔ یہ اندازہ ہے غالب علم والے کا۔''

9- اَوَلَمْ یَرَوْا اَنَّ اللہَ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَلَمْ یَعْیَ بِخَلْقِهِنَّ۔ (الاحقاف۔33)

ترجمہ: ''کیا انہوں نے نہ دیکھا کہ بے شک اللہ نے آسمانوں اور زمین کو پیدا فرمایا اور ان کے پیدا فرماتے میں وہ نہیں تھکا۔''

10- اِنَّمَا قَوْلُنَا لِشَیْ ءٍ اِذَا اَرَدْنٰهُ اَنْ نَّقُوْلَ لَهٗ کُنْ فَیَکُوْنُ۔ (النحل۔40)

ترجمہ: ''ہم جب کسی شے کا ارادہ فرماتے ہیں تو ہمارا فرمان اس کے بارے میں صرف اتنا ہوتا ہے کہ ہم اس شے کو فرماتے ہیں "ہو جا" تو وہ ہو جاتی ہے۔''

ان تمام آیات سے روز روشن کی طرح ثابت ہوا کہ اللہ رب العزت دور کی آواز سنوانے پر قادر ہے۔ اور جو اللہ رب العزت کی قدرت میں شک کرے گا وہ دائرہ اسلام و ایمان سے خارج ہو جائے گا۔ اور یہ بھی معلوم ہوا کہ دور سے سننا فی نفسہ

ممکن ہے اور جب فی نفسہ ممکن ہے تو شرک کا ذرہ برابر بھی احتمال باقی نہیں رہ سکتا ۔اس لئے کہ شرک ناممکن، محال اور ممتنع بالذات ہے اور جو شرک کو ممکن کہے وہ خود کافر و مرتد ہوجائے گا۔

چنانچہ حاجی امداداللہ مہاجر مکی جو کہ علمائے دیوبند کے بھی شیخ ہیں اپنی مشہور رسالہ ”فیصلہ ہفت مسئلہ“ میں فرماتے ہیں:

”رہا اعتقاد کہ مجلس مولود میں حضور انور ﷺ رونق افروز ہوتے ہیں۔ اس اعتقاد کو کفر و شرک کہنا حد سے بڑھنا ہے۔ کیونکہ یہ امر ممکن عقلاً و نقلاً بلکہ بعض مقامات پر اس کا وقوع بھی ہوتا ہے۔ رہا یہ شبہ کہ آپ کو کیسے علم ہوا یا کئی جگہ کیسے ایک وقت میں تشریف فرما ہوتے ہوئے۔ یہ ضعیف شبہ ہے۔ آپ ﷺ کے علم و روحانیت کی وسعت جو دلائل نقلیہ و کشفیہ سے ثابت ہے۔ اس کے آگے یہ ادنیٰ سی بات ہے۔ علاوہ اس کے اللہ کی قدرت تو محل کلام نہیں اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ آپ اپنی جگہ تشریف رکھیں اور درمیانی حجاب اٹھ جاویں بہر حال ہر طرح یہ امر ممکن ہے...... الیٰ...... اور امر ممکن کا اعتقاد شرک و کفر کیونکر ہوسکتا ہے؟“ (فیصلہ ہفت مسئلہ۔ ص80۔ دارالاشاعت کراچی)

نیز فرماتے ہیں:

”ممکن کا اعتقاد شرک نہیں۔“

(کلیات امدادیہ۔ فیصلہ ہفت مسئلہ۔ ص84۔ دارالاشاعت کراچی)

ان دلائل کا اگر بنظر غائر و انصاف مطالعہ فرمائیں تو بہت سارے اختلافات کی بیخ کنی و استیصال ممکن ہے۔

باب دوئم

سماع عن البعید کا وقوع

سطور سابقہ میں آپ کے سامنے اللہ رب العزت کی قدرت کے کمال عموم، شمول اور ہر نقص و کمزوری سے مبرا و منزا ہونے سے سماع عن البعید کے امکان پر استدلال پیش کیا گیا۔ اس باب میں انشاء اللہ تعالیٰ سماع عن البعید یعنی دور سے سننے کے وقوع پذیر ہونے پر دلائل پیش کئے جائیں گے۔ اس لئے کہ کوئی یہ کہہ سکتا ہے کہ اللہ رب العزت کی قدرت کے کمال کی وجہ سے سماع عن البعید کا امکان تو ثابت ہوتا ہے۔ وقوع نہیں۔ کیونکہ ضروری نہیں کہ ایک چیز ممکن ہو اور وہ واقع بھی ہوجائے۔ سو بعونہ تعالیٰ س باب میں سماع عن البعید کے وقوع پر دلائل پیش کئے جائیں گے۔ جس میں قرآن و حدیث کی رو سے یہ ثابت کیا جائے گا کہ دور سے سننا نہ صرف یہ کہ ممکن ہے بلکہ واقع بھی ہے۔

دلیل نمبر 1

اہل جنت و جہنم کا دور سے سننا

فَأَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلَىٰ بَعْضٍ يَتَسَاءَلُونَ ۔ قَالَ قَائِلٌ مِّنْهُمْ إِنِّي كَانَ لِي قَرِينٌ ۔ يَقُولُ أَإِنَّكَ لَمِنَ الْمُصَدِّقِينَ ۔ أَإِذَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا وَعِظَامًا أَإِنَّا لَمَدِينُونَ ۔ قَالَ هَلْ أَنتُم مُّطَّلِعُونَ ۔ فَاطَّلَعَ

فَرَاٰهُ فِیْ سَوَآءِ الْجَحِیْمِ۔ قَالَ تَاللّٰهِ اِنْ كِدْتَّ لَتُرْدِیْنِ۔ وَلَوْ لَا نِعْمَةُ رَبِّیْ لَكُنْتُ مِنَ الْمُحْضَرِیْنَ۔ (الصآفات۔50-57)

ترجمہ۔ ''پس وہ (جنتی) ایک دوسرے کی طرف متوجہ ہو کر سوال کریں گے ان میں سے ایک کہنے والا کہے گا بے شک دنیا میں میرا ایک ساتھی تھا جو کہتا تھا کیا تو ضرور (قیامت کی) تصدیق کرنے والوں میں سے ہے۔ کیا جب ہم مر جائیں گے اور مٹی اور ہڈیاں ہو جائیں گے تو کیا اس وقت ضرور ہم کو بدلہ دیا جائے گا؟ وہ کہے گا کیا تم اس کو جھانک کر دیکھنے والے ہو؟ سو وہ اس کو جھانک کر دیکھے گا تو اس کو دوزخ کے درمیان میں دیکھے گا۔ سو وہ (اس سے) کہے گا اللہ کی قسم قریب تھا کہ تو مجھے بھی ہلاک کر دیتا اور اگر مجھ پر میرے رب کا احسان نہ ہوتا تو میں بھی دوزخ میں پڑا ہوتا۔''

امام عبدالرحمن بن ابی حاتم نے تفسیر ابن ابی حاتم میں، امام فخر الدین رازی نے تفسیر کبیر میں، امام جلال الدین سیوطی نے تفسیر الدر المنثور میں اور کچھ الفاظ کے تغیر کے ساتھ امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری نے جامع البیان، علامہ آلوسی نے تفسیر روح المعانی اور مفتی شفیع نے معارف القرآن میں اس روایت کو نقل کیا۔ اختصار کے پیش نظر عربی عبارت کو حذف کر کے صرف ترجمہ پر اکتفا کرتا ہوں۔

''بنی اسرائیل میں دو شخص ایک دوسرے کے شریک تھے۔ ان میں سے ایک مومن تھا اور دوسرا کافر تھا۔ ان دونوں کو چھ ہزار دینار مل گئے۔ ن میں سے ہر ایک اپنے حصے کے تین ہزار دینار لے کر الگ ہو گیا۔ کچھ عرصہ کے بعد دونوں کی ملاقات ہوئی تو انہوں نے ایک دوسرے سے

احوال پوچھے۔ کافر نے بتایا کہ اس نے ایک ہزار دینار میں زمین، باغات اور نہر کو خریدا۔ مومن نے رات کو اٹھ کر نماز پڑھی اور ایک ہزار دینار سامنے رکھ کر دعا کی۔ اے اللہ عزوجل! میں تجھ سے ایک ہزار دینار کے عوض جنت میں زمین، باغات اور نہر خریدتا ہوں۔ پھر اس نے صبح کو اٹھ کر وہ ایک ہزار دینار مساکین میں تقسیم کر دیئے۔ کچھ عرصہ کے بعد ان کی دوبارہ ملاقات ہوئی۔ کافر نے بتایا کہ اس نے ایک ہزار دینار کے غلام خرید لئے جو اس کے کاروبار کی دیکھ بھال کرتے ہیں۔ مومن نے اس رات کو نماز کے بعد ایک ہزار دینار سامنے رکھ کر دعا کی کہ اے اللہ عزوجل! میں ایک ہزار دینار کے عوض جنت میں غلام خریدتا ہوں اور اس نے صبح کو ایک ہزار دینار مساکین میں تقسیم کر دیے۔ کچھ عرصہ بعد پھر ان کی ملاقات ہوئی۔ کافر نے بتایا کہ اس نے ایک ہزار دینار خرچ کر کے ایک بیوہ عورت سے شادی کر لی۔ مومن نے اس رات نماز کے بعد ایک ہزار دینار اپنے سامنے رکھے اور دعا کی کہ اے اللہ عزوجل! میں ان ایک ہزار دینار کے عوض جنت میں بڑی آنکھوں والی حور سے نکاح کرنا چاہتا ہوں اور پھر صبح اٹھ کر اس نے ایک ہزار مساکین میں تقسیم کر دیے۔ دوسری صبح کو مومن اٹھا تو اس کے پاس کچھ نہ تھا۔ اس نے ایک شخص کے مویشیوں کو چارا ڈالنے اور ان کی دیکھ بھال کرنے پر ملازمت کر لی۔ ایک دن اس کے مالک نے ایک جانور کو پہلے سے دبلا پایا تو اس پر الزام لگایا کہ تم اس کا چارا بیچ کر کھا جاتے ہو اور اس کو ملازمت سے نکال دیا۔ اس نے سوچا کہ میں اپنے سابق شریک کے

پاس جاتا ہوں اور اس سے ملازمت کی درخواست کرتا ہوں۔ اس نے اس سے ملنا چاہا۔ مگر اس کے ملازموں نے اس سے ملاقات نہ کروائی اور اس کے اصرار پر کہا کہ تم یہاں راستہ پر بیٹھ جاؤ وہ اس راستہ پر سواری سے گزرے گا۔ تم ملاقات کر لینا۔ وہ کافر شریک اپنی سواری پر نکلا تو اس مومن کو دیکھ کر پہچان لیا اور کہا کہ کیا تمہارے پاس میری طرح مال نہ تھا پھر تمہارا اس قدر گیا گزرا حال کیوں ہے؟ مومن نے کہا کہ اس کے متعلق سوال نہ کرو۔ کافر نے پوچھا کہ تم اب کیا چاہتے ہو۔ اس نے کہا تم مجھے دو وقت کی روٹی اور دو کپڑوں کے عوض محنت مزدوری پر ملازم رکھ لو، کافر نے کہا میں تمہاری اس وقت تک مدد نہیں کروں گا جب تک تم مجھے یہ نہیں بتاؤ گے کہ تم نے ان تین ہزار دینار کا کیا کیا؟ مومن نے کہا میں نے وہ کسی کو قرض دے دیئے ہیں۔ کافر نے پوچھا کس کو؟ مومن نے کہا کہ ایک وعدہ وفا کرنے والے غنی کو۔ کافر نے پوچھا وہ کون ہے؟ مومن نے کہا اللہ (جل مجدہ)! کافر نے فوراً مسلمان سے اپنا ہاتھ چھڑا لیا اور کہا کہ کیا تم آخرت اور قیامت کی تصدیق کرنے والے ہو؟ کیا جس وقت ہم مر جائیں گے اور مٹی اور ہڈیاں ہو جائیں گے تو اس وقت ہم کو ان کاموں کی جزا دی جائے گی؟ پھر کافر اس کو چھوڑ کر اپنی سواری پر بیٹھ کر چلا گیا۔ وہ مومن بڑے عرصہ تک تنگی اور ترشی کیساتھ وقت گزارتا رہا۔ اور کافر عیش و طرب میں اپنی زندگی گزارتا رہا۔ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ نے اس مومن کو جنت میں داخل کر دیا اور اس کو زمین، باغات، پھل اور نہریں دکھائیں۔ اس نے پوچھا یہ کس کی ہیں؟ فرمایا تمہاری

ہیں۔ اس نے کہا سبحان اللہ! میرے تھوڑے سے عمل کی کیا اتنی عظیم جزا ہے؟ پھر اس کو بے شمار غلام دکھائے اس نے پوچھا یہ کس کے ہیں؟ فرمایا تمہارے ہیں؟ اس نے کہا سبحان اللہ! میرے معمولی عمل کا اتنا بڑا ثواب ہے۔ پھر اس کو بڑی آنکھوں والی حور دکھائی گئی اس نے پوچھا یہ کس کے لئے ہے؟ فرمایا تمہاری ہے۔ اس نے کہا سبحان اللہ! میرے اس حقیر عمل کا ثواب یہاں تک پہنچا ہے۔ پھر اس کو کافر شریک یاد آیا۔ اس نے کہا کہ دنیا میں میرا ایک صاحب تھا جو کہتا تھا کیا تم آخرت کی تصدیق کرنے والے ہو؟ کیا جب ہم مر جائیں گے اور مٹی اور ہڈیاں ہو جائیں گے اس وقت ہم کو ہمارے کاموں کا بدلہ دیا جائے گا۔ پھر اللہ تعالیٰ اس کو اس کا کافر شریک دکھائے گا جو دوزخ کے درمیان میں پڑا ہوگا۔ مومن اس کو دیکھ کر کہے گا اللہ (جل مجدہ) کی قسم! قریب تھا کہ تو مجھے بھی ہلاک کر دیتا اگر مجھ پر میرے رب (عزوجل) کا احسان نہ ہوتا تو میں بھی دوزخ میں پڑا ہوتا۔"

(تفسیر ابن ابی حاتم جلد 10۔ ص3213-3215 مکتبہ نزار مصطفی الباز مکہ مکرمہ، التفسیر الکبیر جلد 9۔ جزو 26، ص 129 دارالفکر بیروت، تفسیر ابن کثیر جلد 4، ص 10-11، دارالفکر بیروت، الدرالمنثور جلد7 ص 81-83۔ داراحیاء التراث العربی، جامع البیان جز23، ص 70-71 دارالفکر بیروت، روح المعانی جز23 ص134 دارالفکر بیروت، معارف القرآن جلد 7، ص 437، کراچی)

قارئین کرام! قرآن مجید کی اس نص قطعی سے معلوم ہوگیا کہ جنتی اس جہنمی کے احوال کا مشاہدہ کرے گا۔ اور اس سے یہ خطاب کرے گا اور یہ خطاب اس کافر کے لئے باعث حسرت وندامت تب بن سکتا ہے جب وہ اس خطاب کو سنے تو گویا اس

کافر نے وسط جہنم میں ہونے کے باوجود اس جنتی کے کلام کو سنا اور جنت کی ابتداء چھٹے
آسمان سے ماوراء ہے۔ اور مختار قول میں جہنم تحت الثریٰ میں ہے اور جنت اور جہنم کے
درمیان لاکھوں میل کا فاصلہ ہے لیکن خالق جل وعلا کی کمال قدرت دیکھیئے کہ جس نے
ایک جنتی کے اکرام واعزاز کے لئے اس کی رویت وبصارت کو اس قدر وسیع کر دیا کہ
وہ لاکھوں میل دور اس جہنمی کے احوال وعذاب کا مشاہدہ کر رہا ہے اور جہنمی کے حسرت
وندامت کے لئے اس کی سماعت کو اتنا وسیع کر دیا کہ اس نے لاکھوں میل دور جنتی کی
آواز کو وسط جہنم میں سنا۔ تو کیا اب بھی یہ کہا جا سکتا ہے کہ اگر یہ عقیدہ رکھا جائے کہ مکین
گنبد خضرا ﷺ باذن اللہ تعالیٰ چند ہزار میل دور مدینہ میں تشریف فرما ہو کر اپنے
غلاموں اور امتیوں کا صلوٰۃ وسلام بنفس نفیس سماعت فرماتے ہیں۔ یہ شرک وکفر ہے؟
العیاذ باللہ تعالیٰ اگر یہ شرک وکفر ہے تو وہ جنتی جنت میں شرک کر رہا ہے؟ کہ دور سے
اس جہنمی کو پکارتا ہے۔ اور کیا معاذ اللہ آخرت میں شرک جائز ہو جائے گا؟ کہ جہنمی دور
سے آواز کو سن لے گا؟ خدارا کچھ تو عقل وفہم سے کام لیجئے۔ فخر الدین والملۃ امام
فخر الدین رازی نے عقیدہ اہل سنت کی ترجمانی کرتے ہوئے کیا خوب فرمایا:

**"ولا یجوزان یسمع بعضهم خطاب بعض ویراه علی
بعد الا بان یقوی الله ابصارهم واسماعهم واصواتهم"**

(التفسیر الکبیر جلد 9 جزو 26 ص 127۔ دار الفکر بیروت)

ترجمہ: "یہ جائز نہیں کہ وہ دور سے ایک دوسرے کا خطاب سنیں یا دور سے
ایک دوسرے کو دیکھیں مگر اس صورت میں کہ اللہ رب العزت ان کی
نگاہوں، سماعتوں اور آوازوں کو قوی کر دے۔"

اور یہی عقیدہ اہل سنت کا ہے۔ (والحمد للہ تعالیٰ)

بانی جماعت اسلامی مودودی نے اس آیت کریمہ کے تحت لکھا:

"اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ آخرت میں انسان کی سماعت اور بینائی
اور گویائی کس پیمانے کی ہوگی۔ جنت میں بیٹھا ہوا ایک آدمی جب
چاہتا ہے کسی ٹیلی ویژن کے آلے کے بغیر بس یونہی جھک کر ایک
ایسے شخص کو دیکھ لیتا ہے جو اس سے نہ معلوم کتنے ہزار میل کے فاصلے
پر جہنم میں مبتلائے عذاب ہے۔ پھر یہی نہیں کہ وہ دونوں ایک
دوسرے کو دیکھتے ہیں بلکہ ان کے درمیان کسی ٹیلیفون یا ریڈیو کے
توسط کے بغیر براہ راست کلام بھی ہوتا ہے۔ وہ اتنے طویل فاصلے
سے بات کرتے ہیں اور ایک دوسرے کی بات سنتے ہیں۔"

(تفہیم القرآن۔ جلد 4 ص 288۔ ادارہ ترجمان القرآن۔ لاہور)

اللہ اکبر! اس تحریر کو پڑھنے سے بے ساختہ زبان پر جاری ہوتا ہے:

"قل جاء الحق و زهق الباطل ان الباطل کان زهوقا"

یہی لوگ اور خود مودودی صاحب وسعت سماعت مصطفیٰ کریم ﷺ کا بڑے
شد و مد سے انکار کرتے ہیں اور حضور اقدس ﷺ کی وسعت سماعت کا عقیدہ رکھنے
والوں کو فتوائے شرک سے نوازتے ہیں۔ لیکن خدا عزوجل کی شان دیکھئے کہ آج یہی
لوگ جہنم کے ایک کافر کی وسعت سماعت کے قائل ہیں۔ شاید انہوں نے یہی ٹھان
رکھی ہے کہ باقی ہر ایک کے لئے کمال تسلیم کرنا عین توحید ہے۔ لیکن وہی کمال مصطفیٰ
جان رحمت ﷺ کے لئے تسلیم کرنا کفر وشرک ہے۔ والعیاذ باللہ تعالیٰ۔ یہی مودودی
صاحب ایک دوسرے مقام پر لکھتے ہیں

"جنت میں ایک انسان کو جو باغ اور محلات ملیں گے وہ تو صرف اس

کے قیام کے لئے ہوں گے۔ مگر درحقیقت پوری کائنات اس کی سیرگاہ ہوگی۔ کہیں وہ بند نہ ہوگا۔ وہاں اس کا حال اس دنیا کی طرح نہ ہوگا کہ چاند جیسے قریب ترین سیارے تک پہنچنے کے لئے بھی وہ برسوں پاپڑ بیلتا رہا اور اس ذرا سے سفر کی مشکلات کو رفع کرنے میں اسے بے تحاشا وسائل صرف کرنے پڑے۔ وہاں ساری کائنات اس کے لئے کھلی ہوگی۔ جو کچھ چاہے گا اپنی جگہ سے بیٹھے بیٹھے دیکھ لے گا اور جہاں چاہے گا بے تکلف جا سکے گے۔"

(تفہیم القرآن۔ جلد 5 ص 319 ادارہ ترجمان القرآن۔ لاہور)

امین احسن اصلاحی اپنی تفسیر "تدبر قرآن" میں اسی آیت کے تحت رقم طراز ہیں:

"اس سے اہل جنت کی قوتوں اور صلاحیتوں کا اندازہ ہوتا ہے کہ وہ اپنے تخت پر بیٹھے بیٹھے جس شخص کو چاہیں گے دیکھ لیں گے اور اگرچہ وہ کتنا ہی دور ہو اور اس سے بات بھی کر لیں گے۔"

(تدبر قرآن۔ جلد 6 ص 468 فاران فاؤنڈیشن۔ لاہور)

دلیل نمبر 2:

اللہ رب العزت نے قرآن مجید فرقان حمید میں ارشاد فرمایا:

وَنَادٰۤى اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ اَصْحٰبَ النَّارِ اَنْ قَدْ وَجَدْنَا مَا وَعَدَنَا رَبُّنَا حَقًّا فَهَلْ وَجَدْتُّمْ مَّا وَعَدَ رَبُّكُمْ حَقًّا ؕ قَالُوْا نَعَمْ ۚ فَاَذَّنَ مُؤَذِّنٌۢ بَیْنَهُمْ اَنْ لَّعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الظّٰلِمِیْنَ۔ (الاعراف۔44)

ترجمہ: "اور جنتی لوگ دوزخیوں کو پکاریں گے" کہ ہم نے ان سارے وعدوں کو

سچا پایا جو ہمارے رب نے ہم سے کیے تھے۔ کیا تم نے بھی ان وعدوں کو سچا پایا جو تمہارے رب نے کیئے تھے؟ وہ جواب دیں گے "ہاں" تب ایک پکارنے والا ان کے درمیان پکارے گا کہ خدا کی لعنت ظالموں پر۔"

دلیل نمبر 3

اسی سورۃ اعراف میں فرمایا:

وَنَادٰۤى اَصْحٰبُ النَّارِ اَصْحٰبَ الْجَنَّةِ اَنْ اَفِیْضُوْا عَلَیْنَا مِنَ الْمَآءِ اَوْ مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ ؕ قَالُوْۤا اِنَّ اللّٰهَ حَرَّمَهُمَا عَلَى الْكٰفِرِیْنَ"

(الاعراف 50)

ترجمہ: "اور دوزخ کے لوگ جنت والوں کو پکاریں گے کہ کچھ تھوڑا سا پانی ہم پر ڈال دو یا جو رزق اللہ نے تمہیں دیا ہے اسی میں سے کچھ پھینک دو۔ وہ جواب دیں گے کہ اللہ نے دونوں چیزیں کافروں پر حرام کر دیں ہیں۔"

تقریباً دو صدی سے امت میں یہ اختلاف و انتشار اور مباحثے و مناظرے جاری ہیں۔ کہ انبیاء و اولیاء بالخصوص مکین گنبد خضرا ﷺ اپنی قبر انور میں تشریف فرما ہو کر باذن اللہ اپنے امتیوں کے صلوٰۃ و سلام سماعت فرماتے ہیں یا نہیں؟ اسی طرح کسی کو دور سے یہ سمجھ کر کہ وہ باذن اللہ میری آواز کو سن لے گا جائز ہے یا نہیں؟ ایک فریق بڑی شد و مد سے ان تمام امور کو ناجائز بلکہ کفر و شرک تک کہتے ہیں۔ اور دوسرے فریق (یعنی اہل سنت) کا موقف یہ ہے کہ اللہ جل مجدہ کی عطا، توفیق اور اذن سے انبیاء، اولیاء بالخصوص تاجدار کائنات ﷺ بعد از وصال بھی دور کی آواز کو سماعت فرماتے ہیں۔ موخر الذکر دونوں آیات اہل سنت کی بہت پختہ اور مضبوط دلیلیں ہیں۔

اس لیے کہ ان آیات میں واشگاف الفاظ میں فرمایا کہ اہل جنت، اہل جہنم کو پکاریں گے اور اہل جہنم اہل جنت کو پکاریں گے۔ دونوں فریقوں کے درمیان لاکھوں میل کی مسافت ہوگی۔ اہلِ جنت نے بھی دور سے یہ سمجھ کر پکارا کہ اہل جہنم ہماری پکار و ندا کو سماعت کریں گے اور اہل جہنم نے بھی یہ سمجھ کر دور سے ندا کی کہ اہل جنت ہماری پکار و ندا کو سماعت کریں گے۔ ہم اپنے موقف پر اہل جہنم، کافروں اور مشرکوں کی ندا و پکار کو پیش نہیں کرتے کیونکہ اس پر کسی کو یہ اعتراض ہوسکتا ہے کہ اہل جہنم کا پکارنا دلیل کیونکر ہوگا۔ اگرچہ اس ندا کو اہل جنت نے دور سے سنا۔ اس سے بھی ہمارے موقف کی تائید و تصدیق ہوتی ہے۔ لیکن ہم بطور خاص اہل جنت کے طرز عمل کو دیکھتے ہیں۔ امام فخر رازی نے فرمایا کہ یہ دور سے پکارنے والے تمام اہل جنت ہوں۔

"كل فريق من اهل الجنة ينادي"

(تفسیر کبیر۔ جلد 5 ص 73۔ دار الفکر بیروت)

یعنی اہل جنت کا ہر گروہ اہل جہنم کو پکارے گا۔ جس میں انبیاء علیہم السلام، اولیاء، اتقیاء، اصفیاء اور تمام امم کے مومنین شامل ہوں گے۔ اور یہ سمجھ کر پکاریں گے کہ یہ جہنمی ہمارے کلام کو سماعت کر رہے ہیں۔ غور فرمائیں کہ اس عقیدہ میں ذرا برابر بھی کفر و شرک یا فسق و ضلال اور عدم جواز کا شائبہ تک ہوتا تو یہ عمل اہل جنت سے کیوں سرزد ہوتا؟ کیا جو دنیا میں اپنے آپ کو شرک و کفر اور گناہوں کی آلودگی سے بچائے رکھتے بلکہ شرک و کفر کا استیصال و بیخ کنی کرتے ہوئے توحید کا پیغام مشرق تا مغرب پہنچاتے رہے۔ کیا العیاذ باللہ تعالیٰ وہ سب اب جنت میں کفر و شرک کے مرتکب ہوں گے یا العیاذ باللہ تعالیٰ کفر و شرک جنت میں اور عالم آخرت میں جائز ہو جائے گا؟ ہرگز نہیں۔ بلکہ ان کا طرز عمل اس بات کی بین دلیل ہے کہ دور سے یہ سمجھ کر ندا کرنی کہ

منادی باذن اللہ آواز سماعت کرے گا بالکل جائز ہے اور اس میں کفر و شرک تو کجا عدم جواز کا بھی بالکل شائبہ نہیں۔ اب ذرا اس موقف پر مفسرین اور محققین کی تصریحات ملاحظہ فرمائیں۔

علامہ قرطبی (671ھ) نے "التذکرۃ" میں اس آیت پر وارد ہونے والے سوال اور پھر اس کے جواب کو نقل کرتے ہیں:

السوال: ولعلك تقول كيف يرى اهل الجنة اهل النار و اهل النار اهل الجنة؟ و كيف يسمع بعضهم كلام بعض و بينهم ما بينهم من المسافة و غلظ الحجاب؟

ترجمہ: "شاید کہ تو کہے کہ اہل جنت، اہل جہنم کو اور اہل جہنم، اہل جنت کو کیسے دیکھیں گے اور وہ ایک دوسرے کا کلام کس طرح سنیں گے۔ حالانکہ ان کے درمیان بہت مسافت اور سخت حجاب ہوں گے؟"

الجواب: فيقال لك لا تقل هذا، فان الله تعالى يقوى اسماعهم و ابصارهم حتى يرى بعضهم بعض و يسمع بعضهم كلام بعض، و هذا قريب في القدرة۔

(التذكرة، باب منه في رفع لهب النار ص 347۔ دار الكتاب العربي بيروت)

ترجمہ: "پس تجھے جواب دیا جائے گا کہ تو یہ بات نہ کر اس لئے کہ بے شک اللہ تعالیٰ ان کی سماعتوں اور بصارتوں کو قوی کر دے گا حتی کہ وہ ایک دوسرے کو دیکھیں اور ایک دوسرے کا کلام سنیں گے اور یہ اللہ رب العزت کی قدرت کے قریب ہے۔"

مفسر شہیر امام فخر الدین الرازی تفسیر کبیر میں فرماتے ہیں:

"انهم استقروا فی الجنة فی وقت هذا النداء"

یعنی اہل جنت ندا کے وقت اپنی جنتوں میں ٹھہر چکے ہوں گے تو پھر اس سوال کا جو علامہ قرطبی نے ذکر کیا کے جواب میں تحریر کرتے ہیں:

السوال: اذا کانت الجنة فی اعلی السموٰت والنار فی اسفل الارضین فمع هذا البعد الشدید کیف یصح هذا النداء؟

ترجمہ: "کہ جب جنت آسمانوں کی بلندیوں پر اور جہنم زمین کی پستیوں میں ہے اتنے شدید بعد اور دوری سے یہ ندا کس طرح درست ہوگی؟"

الجواب: هذا یصح علی قولنا لا نا عندنا البعد الشدید والقرب الشدید لیس من موانع الادراک۔

(التفسیر الکبیر۔ جلد خامس۔ جزو 14 ص 73-72۔ دار الفکر بیروت)

ترجمہ: "یہ ندا ہمارے (یعنی اہل سنت کے) قول پر درست ہے۔ اس لیے کہ ہمارے یعنی اہل سنت کے نزدیک بہت زیادہ دوری اور بہت زیادہ قربت، ادراک (یعنی سماعت، بصارت وغیرہ) سے مانع نہیں۔"

امام فخر الدین رازی کی یہ تحریر فریقین کے درمیان فیصلہ کن حیثیت رکھتی ہے کہ جب بعد شدید سماعت وبصارت سے مانع ہی نہیں۔ تو پھر جھگڑا کس بات پر ہے۔ اور اسی بات کو آج سائنس نے ثابت کر دکھایا کہ بعد شدید سماع سے مانع نہیں۔

بانی جماعت اسلامی مودودی صاحب کی بھی تفسیر ملاحظہ فرمائیں:

"اہل جنت اور اہل دوزخ اور اصحاب الاعراف کی اس گفتگو سے کسی حد تک اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ عالم آخرت میں انسان کی قوتوں کا

پیمانہ کس قدر وسیع ہو جائے گا۔ وہاں آنکھوں کی بینائی اتنے بڑے پیمانے پر ہوگی کہ جنت و دوزخ اور اعراف کے لوگ جب چاہیں گے ایک دوسرے کو دیکھ سکیں گے۔ وہاں آواز اور سماعت بھی اتنے بڑے پیمانے پر ہوگی کہ ان مختلف دنیاؤں کے لوگ ایک دوسرے سے بآسانی گفت وشنید کر سکیں گے۔ یہ اور ایسے ہی دوسرے بیانات جو عالم آخرت کے متعلق ہمیں قرآن میں ملتے ہیں اس بات کا تصور دلانے کے لئے کافی ہیں کہ وہاں زندگی کے قوانین ہماری موجودہ دنیا کے قوانین طبیعی سے بالکل مختلف ہوں گے۔ اگرچہ ہماری شخصیتیں وہی رہیں گی جو یہاں ہیں۔ جن لوگوں کے دماغ اس عالم طبیعی کے حدود میں اس قدر مقید ہیں کہ موجودہ زندگی اور اس کے مختصر پیمانوں سے وسیع تر کسی چیز کا تصور ان میں نہیں سما سکتا۔ وہ قرآن اور حدیث کے ان بیانات کو بڑے اچنبھے کی نگاہ سے دیکھتے ہیں اور بسا اوقات مذاق اڑا کر اپنی خفیف العقل کا مزید ثبوت بھی دینے لگتے ہیں۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ ان بیچاروں کا دماغ جتنا تنگ ہے زندگی کے امکانات اتنے تنگ نہیں ہوتے۔"

(تفہیم القرآن۔ جلد 2 ص 34 ادارہ ترجمان القرآن۔ لاہور)

مودودی صاحب کی اس تحریر سے معلوم ہوا کہ جو لوگ آخرت میں وسعت سماعت وبصارت کا انکار کرتے ہیں وہ خفیف العقل اور تنگ دماغ ہیں۔ لیکن اس سے بڑھ کر حیران کن بات یہ ہے کہ اہل سنت دنیاوی زندگی میں بھی انبیاء و اولیاء کے لئے اور بالخصوص سید الانبیاء ﷺ کی وسعت سماعت، بصارت کا اقرار کرتے ہیں تو یہی

مودودی صاحب ان پر فتویٰ کفر وشرک لگاتے ہیں؟ حالانکہ یہ اگر کفر وشرک ہے تو آخرت میں وسعت سماعت وبصارت کا انکار کرنے والے تو لائق صد تحسین ہیں لیکن مودودی صاحب انہیں خفیف العقل قرار دیتے ہیں۔ اور یہ متضاد اور دوغلی پالیسی ہماری عقل سے ماورا ہے۔ کہ ایک چیز دنیا کی زندگی میں مانی جائے تو کفر وشرک اور وہی چیز آخرت کی زندگی میں مانی جائے تو ایمان اور نہ ماننے والے تنگ دماغ اور خفیف العقل۔ بات بڑی سادہ سی ہے۔ کہ جب اہل جنت اور اہل جہنم کی سماعت و بصارت کے پیمانے آخرت میں اتنے وسیع ہوں گے اور ہزاروں، لاکھوں میل بھی ان کی رویت وسماعت میں مانع وحجاب نہیں بنیں گے تو ایسا کیوں نہیں ہوسکتا کہ اللہ رب العزت اپنے پیاروں بالخصوص اپنے حبیب کریم ﷺ اور محبوب مکرم ﷺ کے خصوصی مقام اور جو وجاہت ومنزلت آپ ﷺ کی اللہ عزوجل کی بارگاہ میں ہے اس کے پیش نظر ویسی بلکہ اس سماعت سے بھی اکمل وقوی سماعت جو اللہ عزوجل اہل جنت کو آخرت وجنت میں عطا فرمائے گا۔ آپ ﷺ کو اسی دنیا میں اس سے نواز دے۔ جس طرح اللہ رب العزت تمام مومنین کو آخرت اور جنت میں اپنی ذات کا دیدار عطا فرمائے گا لیکن اپنے حبیب مکرم ﷺ کی انفرادی، اعجازی اور اختصاصی حیثیت کے پیش نظر آپ کو اسی دنیا کی زندگی میں اپنے دیدار سے شادکام فرمایا۔

اسی آیت کی تفسیر میں ایک حوالہ امین احسن اصلاحی کا بھی ملاحظہ فرمائیں:

''یہ آیت ایک نہایت ہلکا سا تصور دیتی ہے۔ اس انقلاب حال کا جو جنت میں پہنچ کر انسان کی قوتوں اور صلاحیتوں کے اندر برپا ہوگا۔ اس دنیا میں تو ہمارے سمع وبصر اور ادراک وابلاغ کی قوتیں نہایت محدود

ہیں۔ معمولی معمولی چیزیں ہماری ان لوگوں کی راہ میں رکاوٹ بنی ہوئی ہیں لیکن عالم آخرت میں یہ رکاوٹیں دور ہو جائیں گی۔ جنت کے عالم سے جب چاہیں گے اہل جنت دوزخ والوں کو مخاطب کر کے ان سے سوال وجواب کریں گے۔ اس سائنسی دور کے انسان کے لئے یہ بات ذرا بھی حیران کرنے والی نہیں ہونی چاہیے۔ جب آج انسان نے قدرت کے محض چند ضمنی قوانین کا راز دریافت کر کے اپنے لیے ایسی دوربینیں ایجاد کر لی لیں جن کی مدد سے ہزاروں میل کی مسافت پر جلنے والی شمع کی لو کو دیکھا جاسکتا ہے۔ ایسے فون بنا لیے ہیں جن کی وساطت سے جب چاہے پاکستان کا پریذیڈنٹ امریکہ کے پریذیڈنٹ سے بات کر سکتا ہے۔ ایسے ٹیلی ویژن بنا لیے ہیں جن پر ایک ملک کے لوگ کسی دور دراز ملک کے کسی خطیب کو اپنے ملک کے کسی مجمع کے سامنے تقریر کرتے، مجمع کو تالیاں پیٹتے اور نعرے لگاتے دیکھ اور سن سکتے ہیں۔ ایسے آلات بنا لیے ہیں جو اس کو لاکھوں میل کی مسافت سے نبض پر حرکت اور دل کی دھڑکن سے آگاہ کر سکتے ہیں۔ تو آخر اس عالم کی باتوں پر حیران ہونے کی کیا وجہ ہے۔ جہاں یہ سارے نوامیس طبیعی جو آج ہمیں جکڑے ہوئے ہیں بدل جائیں گے اور اس زمین وآسمان کی جگہ نئے آسمان وزمین پیدا ہو جائیں گے۔''

(تدبر قرآن۔ جلد 3 ص 264، فاران فاؤنڈیشن۔ لاہور)

❀❀❀❀

دلیل نمبر 4

جنات اور شیاطین کا دور سے سننا

اللہ رب العزت نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا:

"وَاَنَّا لَمَسْنَا السَّمَآءَ فَوَجَدْنٰهَا مُلِئَتْ حَرَسًا شَدِيْدًا وَّ شُهُبًا۔ وَّ اَنَّا كُنَّا نَقْعُدُ مِنْهَا مَقَاعِدَ لِلسَّمْعِ ؕ فَمَنْ يَّسْتَمِعِ الْاٰنَ يَجِدْ لَهٗ شِهَابًا رَّصَدًا" (الجن۔9-8)

ترجمہ: "(جنات اور شیاطین نے کہا) اور ہم نے آسمانوں کو چھوا تو ہم نے اسکو اس حال میں پایا کہ اس کو سخت پہرے داروں اور آگ کے انگاروں سے بھر دیا گیا ہے۔ اور ہم پہلے (فرشتوں کی باتیں) سننے کے لئے آسمان کی کچھ جگہوں پر بیٹھ جاتے تھے، پس اب جو کان لگا کر سنتا ہے تو وہ اپنی گھات میں آگ کا شعلہ تیار پاتا ہے۔"

اس آیت کی تشریح اس حدیث میں ہے۔

دلیل نمبر 5

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان فرماتے ہیں (کہ پہلے) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن جنات پر نہیں پڑھا تھا اور نہ ان کو دیکھا تھا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اصحاب کی جماعت کے ساتھ بازار عکاظ میں گئے اور آسمان کی خبر اور شیاطین کے درمیان کوئی چیز حائل ہوگئی تھی اور ان پر آگ کے شعلے پھینکے جاتے تھے۔ پس شیاطین اپنی قوم کی طرف گئے اور انہوں نے کہا کہ ہمارے اور آسمان کی خبر کے درمیان کوئی چیز حائل ہو

گئی ہے۔ اور ہم پر آگ کے شعلے پھینکے جاتے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ ضرور کوئی نئی بات ہوئی ہے۔ زمین کے مشرقوں اور مغربوں میں سفر کرو اور تلاش کرو کہ ہمارے اور آسمان کی خبروں کے درمیان کیا چیز حائل ہوئی ہے۔ پھر انہوں نے زمین کے مشارق اور مغارب میں سفر کیا۔ انکی ایک جماعت تہامہ کی طرف گئی اور وہاں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بازار عکاظ میں اپنے اصحاب کو صبح کی نماز پڑھا رہے تھے۔ جب انہوں نے قرآن سنا تو انہوں نے کہا یہ ہے وہ چیز جو تمہارے اور آسمان کے درمیان حائل ہوگئی ہے۔ پھر وہ اپنی قوم کے پاس گئے اور کہا اے ہماری قوم! بے شک ہم نے ایک عجیب قرآن سنا ہے جو سیدھے راستے کی ہدایت دیتا ہے۔ ہم اس پر ایمان لائے اور ہم ہرگز کسی کو اپنے رب کا شریک قرار نہیں دیں گے۔

(صحیح بخاری۔ کتاب الاذان۔ باب الجهر بقراء ة صلوة لفجر۔ رقم الحديث 773۔ دار الكتاب العربی بیروت، صحیح بخاری رقم الحدیث 4921، صحیح مسلم۔ کتاب الصلوٰۃ۔ باب الجهر بالقراء ة فی الصبح، رقم الحدیث 449 بیروت، جامع ترمذی۔ کتاب تفسیر القرآن۔ باب. ومن سورة الجن۔ رقم الحدیث 3323 دار المعرفه بیروت، السنن الکبری 11625-11624، مسند ابو یعلی 2369، صحیح ابن حبان 6526، المستدرك جلد2ص503، سنن بیهقی جلد2ص225، مسند احمد جلد4ص129، جامع المسانید الابن الجوزی 3120)

دلیل نمبر 6

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اصحاب کی ایک جماعت کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے اچانک ایک ستارا ٹوٹ کر گرا اور فضا روشن ہوگئی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ جب تم زمانہ جاہلیت میں یہ منظر دیکھتے تھے تو اس کے متعلق کیا کہتے تھے؟ صحابہ کرام نے عرض کی ہم کہتے تھے کہ کوئی بڑا آدمی پیدا ہوا ہے یا کوئی بڑا آدمی مر گیا ہے۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آگ کا یہ شعلہ

نہ کسی کی موت پر پھینکا جاتا ہے اور نہ کسی کی حیات پر۔ لیکن ہمارا رب تبارک و تعالیٰ جب کسی چیز کے متعلق فیصلہ فرماتا ہے تو حاملین عرش سبحان اللہ کہتے ہیں۔ پھر آسمان والے سبحان اللہ کہتے ہیں پھر جو ان کے قریب ہیں وہ سبحان اللہ کہتے ہیں۔ پھر وہ جو ان کے قریب ہیں وہ سبحان اللہ کہتے ہیں۔ حتیٰ کہ اس آسمان تک تسبیح پہنچ جاتی ہے۔ پھر چھٹے آسمان والے ساتویں آسمان والوں سے پوچھتے ہیں۔ تمہارے رب عزوجل نے کیا فرمایا۔ پھر وہ ان کی خبر دیتے ہیں۔ پھر ہر نچلے آسمان والا اپنے سے اوپر آسمان والے سے پوچھتا ہے حتیٰ کہ آسمان دنیا تک یہ خبر پہنچ جاتی ہے۔

"یختطف الشیاطین السمع"

ترجمہ: اور شیاطین چوری سے اس خبر کو سن لیتے ہیں۔ پھر وہ خبر اپنے چیلوں اور دوستوں تک پہنچا دیتے۔ پھر وہ اس خبر کو بیان کریں تو وہ حق ہے۔ لیکن وہ اس میں تحریف کرتے ہیں اور اس میں کچھ باتوں کا اضافہ کر دیتے ہیں۔" (امام ترمذی نے فرمایا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے)

(سنن ترمذی ۔ کتا ب تفسیر القرآن۔ باب ومن سورۃ سبا۔ رقم الحدیث 3224۔ دارالمعرفہ بیروت، مسند احمد ۔ جلد اول۔ ص 218، دلائل النبوۃ للبیہقی ۔ جلد 8۔ ص138)

وجہ استدلال

آسمان ٹھوس و سخت اجسام ہیں ۔ جن میں منافذ یا شگاف نہیں ہیں۔ اور روایات صحیحہ سے ثابت ہے کہ پہلے آسمان کی موٹائی تقریباً 500 سال کی مسافت ہے۔ اور ایک آسمان سے دوسرے آسمان تک بھی تقریباً 500 سال کی مسافت ہے۔ مقام غور ہے کہ وہ شیاطین جو بدترین خلائق، ملعون اور غضب الٰہی عزوجل کے مستحق

ہیں۔ جو لوگوں کو اللہ جل مجدہ کی اطاعت و فرمانبرداری سے طغیان و عصیان اور تمرد و سرکشی کی طرف لے جاتے ہیں ان کی قوت سماعت کا یہ حال ہے کہ وہ آسمان کے قریب جا کر اوپر موجود فرشتوں کے کلام کو سماعت کرتے ہیں۔ حالانکہ ان فرشتوں اور شیاطین کے درمیان کوئی ربط و تعلق، آلات مواصلات اور سٹیلائیٹ نہیں۔ پھر بھی وہ ان کی باتوں کو سن کر اسے کاہنوں تک تحریف کر کے پہنچاتے ہیں۔ خدارا! اگر آپ میں ذرا سی بھی ایمان کی رمق باقی ہے تو ذرا ٹھنڈے دل سے تدبر کریں کہ اگر شیاطین 500 برس کی مسافت سے فرشتوں کے کلام کو سماعت کر سکتے ہیں تو مکین گنبد خضرا صلی اللہ علیہ وسلم جو اس کائنات میں خدا عزوجل کے سب سے بڑھ کر محبوب ہیں اور جن کو رب تبارک و تعالیٰ نے جملہ کمالات و محاسن کا جامع بنادیا ہے وہ اپنی قبر انور میں تشریف فرما ہو کر چند ہزار میل سے اپنے امتیوں کے صلوٰۃ و سلام کو کیوں نہیں سماعت کر سکتے؟ لیکن شاید جو لوگ شیطان کے لئے وسعت علم زمین کو ثابت کرنا اپنے ایمان کا حصہ اور سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے وسعت علم زمین کو ثابت کرنا شرک سمجھتے ہوں اور جو شیطان کا علم، سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے زائد مانتے ہوں ان سے کیا بعید ہے کہ العیاذ باللہ تعالیٰ وہ یہ بھی کہہ دیں کہ شیطان کی سماعت، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سماعت سے زیادہ ہے۔ العیاذ باللہ تعالیٰ۔

چنانچہ خلیل احمد انبیٹھوی نے اپنی کتاب "براہین قاطعہ" میں یہ دل خراش عبارت تحریر کی:

"الحاصل غور کرنا چاہیے کہ شیطان، ملک الموت کا حال دیکھ کر علم محیط زمین کا فخر عالم کو خلاف نصوص قطعیہ کے بلا دلیل محض قیاس فاسدہ سے ثابت کرنا شرک نہیں تو کونسا ایمان کا حصہ ہے۔ شیطان اور ملک الموت کو یہ وسعت نص سے ثابت ہوئی۔ فخر عالم کی وسعت علم کی

کونسی نص قطعی ہے کہ جس سے تمام نصوص کو رد کر کے شرک ثابت کرتا ہے۔" (براہین قاطعہ ص 52 مطبع استقلال پریس، لاہور)

العیاذ باللہ تعالیٰ من سوء الادب۔

جامع ترمذی کی مذکورہ حدیث میں ایک اور اعتبار سے بھی سماع عن البعید پر دلیل موجود ہے۔ جیسا کہ پہلے بیان کیا گیا کہ ہر ایک آسمان سے دوسرے آسمان تک 500 سال کی مسافت ہے۔ اور حدیث پاک کے الفاظ ہیں:

"ثم سال اھل السماء السادسة اھل السماء السابعه۔ ماذا قال ربکم؟" (جامع ترمذی ۔ رقم الحدیث 3224) فیحبر و نهم

ترجمہ: "پھر چھٹے آسمان والوں نے ساتویں آسمان والوں سے پوچھا کہ تمہارے رب عزوجل نے کیا فرمایا۔ پس وہ ساتویں آسمان والے چھٹے آسمان والوں کو خبر دیتے ہیں۔"

یعنی چھٹے آسمان والے فرشتوں کی آواز ساتویں آسمان والے فرشتوں نے سنی انہوں نے وہاں سے جواب دیا تو 500 برس کی مسافت پر چھٹے آسمان کے ملائکہ نے اس جواب کو سنا۔ یہ سماع عن البعید کے وقوع پر ساتویں دلیل ہوگئی۔

دلیل نمبر 8

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی رویت سے سماع عن البعید پر استدلال

اللہ رب العزت نے قرآن مجید، فرقان حمید میں فرمایا:

"وَكَذٰلِكَ نُرِيْٓ اِبْرٰهِيْمَ مَلَكُوْتَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلِيَكُوْنَ مِنَ الْمُوْقِنِيْنَ" (الانعام۔75)

ترجمہ: اور اسی طرح ہم نے دکھادی ابراہیم علیہ السلام کو ساری بادشاہی آسمانوں کی اور زمین کی تاکہ وہ ہوجائیں کامل یقین کرنے والے۔"

متعدد مفسرین نے اس آیت کریمہ کے تحت بیان فرمایا کہ اللہ رب العزت نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی نگاہ کو اتنا قوی اور وسیع کر دیا کہ آپ نے عرش معلیٰ سے لیکر تحت الثریٰ تک کی تمام مخلوقات و موجودات کا مشاہدہ کرلیا اور زمین و آسمان کا کوئی ذرہ آپ کی نگاہ سے مخفی نہ رہا۔ چنانچہ علامہ سید محمود آلوسی حنفی اس آیت پاک کی تفسیر میں رقم طراز ہیں:

"العجائب التی فی السموات و الارض فانه علیه السلام فرجت له السموات السبع فنظر الی ما فیهن حتی انتهی بصره الی العرش و فرجت له الارضون السبع فنظر الی ما فیهن"

(تفسیر روح المعانی۔ جز سابع ص257 داراحیاء التراث لعربی بیروت)

ترجمہ: "یعنی وہ عجائبات جو آسمانوں اور زمین میں ہیں پس بے شک آپ علیہ السلام کے لئے سات آسمانوں کو کھول دیا گیا۔ اور جو کچھ ان میں تھا وہ سب آپ نے دیکھا یہاں تک کہ آپ کی نگاہ مبارک عرش تک پہنچ گئی۔ اور آپ کے لئے سات زمینوں کو کھول دیا گیا۔ پس جو کچھ ان میں ہے آپ نے وہ سب ملاحظہ فرمایا۔"

علامہ قرطبی نے بھی بعینہٖ اسی طرح فرمایا۔ چنانچہ فرماتے ہیں:

"فرجت له السموات السبع فنظر اليهن حتى انتهى الىٰ العرش و فرجت له الارضون فنظر اليهن"

(تفسیر قرطبی۔جلد 7 ص 25 مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ پاکستان)

یہی عبارت تفسیر ابن ابی حاتم جلد 4 ص 1326 میں بھی ہے اور سعودی عرب سے جو اردو تفسیر چھپ کر آ رہی ہے اسمیں قاضی شوکانی کی تفسیر فتح القدیر کے حوالے سے یہی عبارت موجود ہے۔

ان تمام عبارات کے بعد یہ بات ذہن نشین رہے کہ سماعت کا دائرہ کار، بصارت ورویت کے دائرہ کار سے وسیع ہوتا ہے۔ کیونکہ آنکھ کے سامنے ایک پردہ بھی حائل ہو جائے تو وہ دیکھنے سے رکاوٹ بن جاتا ہے۔لیکن کان کے لئے کئی پردے بھی سماعت سے مانع نہیں ہوتے۔تو جب حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نگاہ اور رویت وبصارت قرآن کی نص سے اتنی قوی ہوگئی کہ آپ اگر اوپر نگاہ کرتے تو عرش معلیٰ تک تمام مخلوقات آپ کے سامنے ہو جاتیں اور نیچے نگاہ کرتے تو تحت الثریٰ تک تمام مخلوقات سامنے ہو جاتیں۔تو جب آپ کی نگاہ کی وسعت کا یہ عالم ہے تو آپ کی سماعت کی وسعت کا کیا عالم ہوگا؟ نیز جب بصارت کو وسیع کر دینا اللہ رب العزت کی قدرت کاملہ کے لئے کچھ مشکل نہیں تو سماعت کو وسیع کر دینا اللہ رب العزت کی قدرت کاملہ کے لئے کیونکر مشکل ہو سکتا ہے۔لہذا اثبات وسعت رویت و بصارت بعینہٖ اثبات وسعت سماعت اور سماع عن البعید پر دلیل ہے۔اور جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کی شان یہ ہے تو سید الانبیاء والمرسلین اور امام الانبیاء المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم جنہوں نے فرمایا:

"ادم و من دونه تحت لواءی"

(سنن ترمذی۔ کتاب تفسیر القران۔ باب. ومن سورة بنی اسرائیل۔ رقم الحدیث 3148، دار المعرفہ بیروت، سنن ابن ماجہ۔کتاب الزهد۔باب ذکر الشفاعة۔رقم الحدیث 4308، دار السلام،

ریاض، مسند احمد۔ رقم الحدیث 11000، الترغیب والترهیب 5509)

ترجمہ: "کہ (قیامت کے دن) حضرت آدم علیہ السلام اور ان کے ماسوا تمام مخلوق میرے جھنڈے کے نیچے ہوگی۔"

نیز فرمایا:

"واخرت الثالثة ليوم يرغب الى الخلق كلهم حتى ابراهيم عليه الصلوٰة والسلام"

(صحیح مسلم کتاب صلوة المسافرين باب: ان القران على سبعة احرف۔ رقم الحديث 1904، دار الكتاب العربي بيروت، سنن ابوداؤد۔ رقم الحديث۔ 1478، سنن نسائی رقم الحديث 978)

ترجمہ: "اور میں نے تیسری دعا اس دن کے لئے بچا رکھی ہے جب تمام مخلوق میری پناہ کے لئے راغب ہوگی حتیٰ کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام بھی۔"

آپ کی شان ارفع واعلیٰ اور آپ کی رویت و بصارت اور قوت سماعت کا عالم کیا ہوگا؟ فافهم وتدبر۔

دلیل نمبر 9

سماع عن البعید پر ایک اور قرآنی دلیل

قرآن مجید فرقان حمید میں اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا:

"وَ اَذِّنۡ فِی النَّاسِ بِالۡحَجِّ یَاۡتُوۡکَ رِجَالًا وَّ عَلٰی کُلِّ ضَامِرٍ یَّاۡتِیۡنَ مِنۡ کُلِّ فَجٍّ عَمِیۡقٍ" (الحج۔27)

ترجمہ: "(اے ابراہیم علیہ السلام) آپ لوگوں کو بلند آواز سے حج کے لئے ندا

کرو۔لوگ پیدل اور دبلی اونٹیوں پر سوار ہو کر دور دراز راستوں سے آپ کے پاس آئیں گے۔"

سید محمود آلوسی اس آیت کی تفسیر میں رقم طراز ہیں:

"اخرج ابن ابی شیبه فی المصنف و ابن جریر و ابن المنذر والحاکم و صححه والبیهقی فی "سننه"عن ابن عباس قال "لما فرغ ابراهیم علیه الصلوٰة والسلام من بناء البیت قال رب قد فرغت فقال اذن فی الناس بالحج قال یا رب وما یبلغ صوتی؟قال اذن و علی البلاغ قال رب کیف اقول؟ قال قل یایها الناس کتب علیکم الحج الی البیت العتیق" "فسمعه اهل السمآء والارض"

(روح المعانی۔ جزو 17 ص187 دار احیاء التراث العربی بیروت)

ترجمہ: "امام ابن شیبہ نے مصنف میں اور ابن جریر اور ابن منذر اور امام حاکم نے تصحیح کیساتھ اور بیہقی نے سنن میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام بیت اللہ کی تعمیر سے فارغ ہوئے تو عرض کی اے میرے رب! میں فارغ ہو چکا ہوں تو اللہ جل مجدہ نے فرمایا لوگوں کو حج کے لئے منادی کرو عرض کی اے میرے رب عزوجل! ان تک میری آواز کیسے پہنچے گی؟ (کیونکہ آپ مکہ کی بے آب وگیاہ وسنگلاخ وادی میں تھے اور دور دور تک آبادی کا نام ونشان نہ تھا) تو اللہ جل مجدہ نے فرمایا۔ اذن و علی البلاغ کہ اعلان آپ کیجئے (اور مشرق تا مغرب آفاق عالم میں) آپ کی آواز کو

پہنچانا میرا کام ہے۔حضرت ابراہیم علیہ السلام نے عرض کی اے میرے رب عزوجل! میں کیا کہوں؟ تو فرمایا تم یوں کہو کہ اے لوگو! تمہارے اوپر اس قدیم گھر کا حج فرض کیا گیا ہے۔"

"فسمعه اهل السمآء والارض"

ترجمہ: "پس آسمان اور زمین والوں نے آپ کی آواز کو سنا۔"

یہاں تک کہ وہ انسان جو ابھی پیدا نہیں ہوئے، ماؤں کے رحموں اور باپوں کی پشتوں میں تھے انہوں نے بھی ندا سنی اور انہوں نے بھی جواباً تلبیہ پڑھا۔

اس روایت کو امام حاکم نے "المستدرک جلد2 ص388-389 پر روایت کیا اور متعدد مفسرین نے بھی اپنی تفاسیر میں اس روایت کو ذکر فرمایا۔ جن میں امام ابن جریر نے (جامع البیان۔ رقم 18935) اور امام ابن ابی حاتم نے (تفسیر ابن ابی حاتم رقم الحدیث 13877) اور علامہ قرطبی نے (الجامع الاحکام القرآن۔ جلد12 ص37) اور امام فخر الدین رازی شافعی نے (التفسیر الکبیر جلد8 جزو23 ص25 دار الفکر بیروت) میں روایت کیا۔

قرآن مجید کی اس آیت اور مذکورہ روایت میں غور وخوض سے چند امور معلوم ہوئے۔

i- دور والے کو پکارنا

ii- غائب کو پکارنا

iii- دور والے کا سننا

iv- اور یہ نظریہ رکھ کر دور والے اور غائب کو پکارنا کہ وہ باذن اللہ میری آواز سن لے گا۔

اور پکارنے والے کون ہیں؟ جد الانبیاء حضرت سیدنا ابراہیم علیہ السلام جن کو اللہ جل مجدہ نے اپنا خلیل فرمایا۔

"وَاتَّخَذَ اللّٰهُ اِبْرٰهِيْمَ خَلِيْلًا"۔ (النسآء۔ 125)

ترجمہ: "اور اللہ نے ابراہیم کو اپنا خلیل بنالیا۔"

اور جن کے موحد ہونے کا قرآن نے بیان فرمایا:

"وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ" (الانعام۔161)

ترجمہ: "وہ شرک کرنے والوں میں سے نہیں تھے۔"

غور فرمائیں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام دور والے اور غائب کو یہ سمجھ کر پکار رہے ہیں کہ وہ باذن اللہ تعالیٰ میری آواز سن لے گا۔ لیکن پھر بھی قرآن مجید ان کی ہر قسم کے شرک و کفر سے براءت اور پاکدامنی کا صراحت کیساتھ اعلان فرمارہا ہے۔ اور اہل سنت تمام نبیوں اور رسولوں کے سرتاج، محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں یہ عقیدہ رکھیں کہ باذن اللہ تعالیٰ دور کی آواز سماعت فرماتے ہیں تو وہ کافر ومشرک ہو جائیں۔ اور ان کے ساتھ مناظرے اور مجادلے کئے جائیں تو آخر اس کا کیا جواز ہے؟ جس محبوب کے بارے میں اللہ عزوجل نے فرمایا:

"اَلنَّبِيُّ اَوْلٰى بِالْمُؤْمِنِيْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ"۔ (الاحزاب۔6)

ترجمہ: "میرا نبی مومنین کے ان کی جانوں سے بڑھ کر قریب ہے۔"

تو ایسا کیوں نہیں ہوسکتا کہ اللہ جل مجدہ اپنے حبیب علیہ السلام کو دور سے سننے کی طاقت وقوت عطا فرمادے۔ اس لئے یقیناً عقیدہ اہل سنت برحق اور ہر قسم کے کفر وشرک کی آلائش سے پاک ہے۔ اور اسی لیے میرے آقا کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے چودہ سو سال پہلے اعلان فرمادیا تھا:

"واللہ ما اخاف علیکم ان تشرکو ابعدی ولکن اخاف علیکم ان تنافسوا فیھا"

ترجمہ: "خدا کی قسم مجھے (اے امتیو) تمہارے بارے میں یہ خوف نہیں کہ تم میرے بعد شرک کروگے ہاں لیکن یہ خوف ہے کہ تم دنیا طلبی میں مبتلا ہوجاؤگے۔"

(صحیح بخاری کتاب المناقب: باب۔ علامت النبوہ فی الاسلام رقم الحدیث 3401۔ دار الکتاب العربی بیروت، صحیح مسلم کتاب الفضائل۔ باب اثبات حوض نبینا ﷺ رقم الحدیث 2296 دار الکتاب العربی بیروت، سنن ابو داؤد کتاب الجنائز ۔باب ا لمیت یصلی علی قبرہ۔رقم الحدیث 3224، دار السلام ریاض، المعجم الکبیر۔768، السنن الکبری للبیہقی۔ رقم الحدیث 6601)

دلیل نمبر 10

حضرت سلیمان علیہ السلام کا 3 میل کی مسافت سے چیونٹی کا کلام سننا

اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا:

"حَتّٰىٓ اِذَآ اَتَوْا عَلٰى وَادِ النَّمْلِ قَالَتْ نَمْلَةٌ يّٰٓاَيُّهَا النَّمْلُ ادْخُلُوْا مَسٰكِنَكُمْ ۚ لَا يَحْطِمَنَّكُمْ سُلَيْمٰنُ وَجُنُوْدُهٗ وَهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ۔ فَتَبَسَّمَ ضَاحِكًا مِّنْ قَوْلِهَا"۔ (النمل۔18)

ترجمہ: "حتیٰ کہ جب وہ چیونٹیوں کی وادی میں پہنچے تو ایک چیونٹی نے کہا "اے چیونٹیو! اپنے اپنے بلوں میں داخل ہو جاؤ۔ کہیں سلیمان اور ان کا لشکر بے خبری میں تمہیں روند نہ ڈالے۔" اس کی بات سن کر

سلیمان علیہ السلام مسکرا کر ہنس دیے۔''

امام حسین بن مسعود بغوی نے اس آیت کی تفسیر میں لکھا:

قال مقاتل (مقاتل نے فرمایا):

''وقد سمع علیه السلام قولها من ثلاثة امیال''

(معالم التنزیل، جلد 3 ص405 دار احیاء التراث العربی بیروت)

ترجمہ: ''کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے چیونٹی کی بات تین میل کی مسافت سے سن لی۔''

یہی عبارت سید محمود آلوسی نے بھی روح المعانی میں تحریر کی اور اس کے بعد کہا:

''والسمع من سلیمان منها غیر بعید لان الریح کما جاء فی الاثار توصل الصوت الیه اولان الله تعالیٰ وهبه اذذاك قوة قدسیة سمع بها''

(روح المعانی۔جزو 19 ص231 دار احیاء التراث العربی بیروت)

ترجمہ: ''حضرت سلیمان علیہ السلام کا اتنے فاصلہ سے چیونٹی کی آواز سن لینا بعید نہیں ہے کیونکہ جیسا کہ آثار میں ہے ہوا نے ان تک یہ بات پہنچا دی تھی یا اللہ تعالیٰ نے ان کو ایسی قوت قدسیہ عطا کی تھی جس سے انہوں نے یہ بات سن لی۔''

اگر کوئی بہت اونچی آواز والا انسان 3 میل کی دوری سے ہمیں پکارے تو ظاہر کہ ہم اس کی آواز سننے سے عاجز ہیں۔ چہ جائے کہ ایک چیونٹی کی آواز 3 میل سے سنیں۔ جس کو اگر ہم اپنے کان میں بھی رکھ دیں تو اس کی آواز نہیں سن پاتے لیکن حضرت سلیمان علیہ السلام کا باذن اللہ کمال اور قوت سماعت دیکھئے کہ آپ نے انسان یا جن نہیں بلکہ چیونٹی کی آواز کو سنا اور قریب سے نہیں بلکہ 3 میل کی دوری سے سنا۔

معلوم ہوا کہ اللہ رب العزت صرف اس بات پر قادر نہیں کہ دور سے کسی انسان کی آواز سنا دے بلکہ وہ اس پر بھی قادر ہے کہ دور سے چیونٹی جیسے خفیف الصوت جانور کی آواز سنا دے۔ نیز علامہ آلوسی نے جس اثر کی طرف اشارہ کیا ہے وہ یہ ہے جس کو ہم مستقل ایک دلیل کے طور پر بیان کر رہے ہیں۔

دلیل نمبر 11

حضرت سلیمان علیہ السلام کی سماعت پر ایک اور دلیل

''اوحی الله الیه و هو یسیر بین السمآء والارض: انی قد زدت فی ملکك ان لا یتکلم احد من الخلائق بشیء الا جائت الریح فاخبرتك۔''

(المستدرك للحاکم جلد2 ص644۔رقم الحدیث 4141، جامع البیان للطبری جلد19 ص141، تاریخ الامم والملوك جلد1 ص288، الجامع الاحکام القران للقرطبی جلد13 ص155 مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ، پاکستان)

ترجمہ: ''اللہ تبارک وتعالیٰ نے آپ کی طرف وحی فرمائی اس حال میں کہ زمین اور آسمان کے درمیان چل رہے تھے کہ (اے سلیمان) بے شک میں نے تمہاری بادشاہت میں یہ اضافہ کر دیا ہے کہ مخلوقات میں جو کوئی بھی جو بات کرے گا ہوا تجھے اس کے بارے میں بتا دے گی۔ (یعنی وہ بات آپ کی سمع مبارک تک پہنچ جائے گی)''

روایت میں "احد" اور "شیء" کے الفاظ نکرہ ہیں جس کا مفاد عموم ہے یعنی جن وانس خواہ وہ مشرق ومغرب اور شمال وجنوب کسی بھی خطہ زمین پر آباد ہوں اور جو

بات بھی کریں تو ہوا اس بات کو آپ تک پہنچا دے گی اور واقعتاً اللہ رب العزت کی قدرت کاملہ سے کچھ بعید نہیں کہ کسی کو اس قدر قوی سماعت عطا فرما دے اور اگر سلیمان علیہ السلام کی قوت سماعت کا یہ حال ہے تو حبیب کبریا اور تمام انبیاء علیھم السلام کے امام کی قوت سماعت کا عالم کیا ہوگا؟

دلیل نمبر 12

جبرائیل امین اور ملائکہ علیہم السلام کی قوت سماعت

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ معراج کی حدیث میں روایت کرتے ہیں:

"قال، قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: ثم صعد بی جبریل الی السمآء الدنیا فاستفتح فقیل: من ھذا؟ قال جبرایل قیل و من معک؟ قال محمد صلی اللہ علیہ وسلم ثم صعد الی السماء الثانیہ فاستفتح فقیل: من ھذا؟ قال جبرائیل قیل و من معک؟ قال محمد صلی اللہ علیہ وسلم والثالثۃ و الرابعۃ و سائر ھن و یقال فی باب کل سماء من ھذا فیقول جبرائیل۔"

(صحیح بخاری۔ کتاب بدء الخلق۔ باب: ذکر الملائکہ ۔ رقم الحدیث 3207۔ دارالکتاب العربی بیروت، صحیح مسلم۔ کتاب الایمان۔ باب: الاسراء برسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ رقم الحدیث 164-163-162۔ دارالکتاب العربی بیروت، سنن النسائی 774، صحیح ابن حبان۔ 48، مسند احمد ۔17850، المعجم الکبیر للبیھقی ۔377)

ترجمہ: حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "پھر مجھے جبریل (علیہ السلام) ساتھ لے کر آسمان دنیا پر چڑھے تو انہوں نے دستک دی۔ تو پوچھا گیا کون ہے؟ انہوں نے جواب دیا جبرائیل۔ دریافت کیا گیا کہ آپ کے ساتھ

کون ہے۔ فرمایا (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)۔ پس ہمارے لئے دروازہ کھول دیا گیا۔ پھر وہ مجھے ساتھ لے کر دوسرے آسمان پر چڑھے اور اس کا دروازہ کھولنے کے لئے کہا۔ تو دریافت کیا گیا، کون ہے؟ انہوں نے جواب دیا۔ جبریل علیہ السلام۔ دریافت کیا گیا آپ کے ساتھ کون ہے؟ تو انہوں نے جواب دیا۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔ پس ہمارے لئے دروازہ کھولا گیا۔ اسی طرح تیسرے، چوتھے اور تمام آسمانوں کے دروازوں پر یہی پوچھا گیا کہ کون ہے۔ تو انہوں نے جواب دیا۔ جبرائیل (علیہ السلام)

وجہ استدلال

قبل ازیں بیان کیا گیا کہ آسمان ٹھوس اور سخت اجسام ہیں۔ ان میں شگاف یا منافذ نہیں ہیں۔ اور ہر آسمان کی موٹائی تقریباً 500 برس کی مسافت ہے۔ اور یہ حدیث صراحۃ اس بات پر دلیل ہے کہ دربان فرشتہ آسمان کے اوپر تھا اور جبرائیل (علیہ السلام) آسمان کے نیچے تھے۔ آپ نے دستک دی تو اس نے آسمان پار پوچھا کہ کون ہے؟ جبرائیل علیہ السلام نے نیچے سے سماعت کر کے جواب دیا۔ جبرائیل علیہ السلام۔ اس نے پوچھا: من معک؟ آپ کے ساتھ کون ہے؟ آپ نے پھر نیچے سے سنا اور جواب دیا محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔ غور فرمائیں کے کیا ان کے درمیان کوئی ٹیلی فون یا موبائل کے ذریعے رابطہ ہوا یا آسمان کی موٹائی عام دیواروں کیطرح فٹ یا دو فٹ ہے۔ آخر جبرائیل علیہ السلام نے اتنی آسانی کے ساتھ اس کی آواز کو کیسے سماعت کیا؟ تو اس کے جواب میں صرف یہی کہا جا سکتا ہے کہ اللہ رب العزت نے حضرت جبرائیل علیہ السلام کو بلکہ عام ملائکہ کو بھی

ایسی قوت سماعت عطا فرمائی ہے کہ وہ آسمان پار بھی ایک دوسرے سے بآسانی ہم کلام ہو سکتے ہیں۔ اور آسمان اپنی صلابت اور موٹائی کے باوجود ان کی سماعتوں میں مزاحم اور رکاوٹ نہیں بنتے۔ نیز یہ حدیث اگرچہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سماعت پر ایک مستقل دلیل ہے کیونکہ تاجدار کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اس اوپر بیٹھے فرشتے کی آواز کی سماعت فرمایا۔ لیکن ہم آقا کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سماعت اقدس کی وسعت کو انشاء اللہ عزوجل مستقل ایک باب میں بیان کریں گے۔

دلیل نمبر 13

حضرت جبرئیل علیہ السلام سماع عن البعید پر قوی دلیل

حضرت جبرئیل امین علیہ السلام کی قوت سماعت پر یہ حدیث بہت واضح دلیل ہے۔

عن ابی حنیفه، عن حماد، عن ابراهیم، عن علقمه، عن عبد الله ابن مسعود قال جاء رجل الی رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم قال هل یبقیٰ احد من الموحدین فی النار؟ قال نعم، رجل فی قعر جهنم ینادی بالحنان المنان، حتی یسمع صوته جبرائیل علیه السلام فیعجب من ذلك الصوت فقال العجب العجب حتی یصیر بین یدی عرش الرحمن ساجدا فیقول الله تبارك و تعالیٰ: ارفع راسك یا جبرئیل فیرفع راسه فیقول مارایت من العجائب، والله اعلم بما رآه فیقول یا رب (عزوجل) سمعت صوتا من قعر جهنم ینادی بالحنان والمنان ...... الی اخر الحدیث۔

(مسند ابی حنیفه من روایة ابی محمد عبد الله ابن محمد رقم الحدیث 366، دارالکتب العلمیة بیروت)

ترجمہ: ''حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور عرض کی کہ جہنم میں موحدین میں سے کوئی باقی ہوگا؟ فرمایا ہاں ایک آدمی جو جہنم کی گہرائی ہوگا اور وہ (اللہ رب العزت) کو حنان، منان کہہ کر پکارے گا۔ یہاں تک جبرائیل علیہ السلام اس کی پکار کو سنیں گے۔ اور انہیں اس آواز سے تعجب ہوگا۔ پس وہ کہیں گے کہ کتنے تعجب کی بات ہے یہاں تک کہ رحمٰن عزوجل کے عرش کے سامنے سجدہ ریز ہو جائیں گے۔ پس اللہ تبارک وتعالیٰ فرمائے گا۔ اے جبرائیل (علیہ السلام) اپنا سر اٹھاؤ پس وہ اپنا سر اٹھائیں گے پس اللہ جل مجدہ فرمائے گا کہ تو نے کون سی عجیب بات دیکھی۔ حالانکہ اللہ عزوجل خوب جانتا ہے۔ پس وہ عرض کریں گے کہ میں نے جہنم کی گہرائی سے ایک آواز سنی کہ اس نے ''حنان، منان'' کہہ کر پکارا۔ الی آخر الحدیث۔

اس حدیث کو امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت حماد سے، انہوں نے حضرت ابراہیم اور انہوں نے حضرت علقمہ سے روایت کیا۔ اور یہ تمام راوی ثقہ ہیں۔ اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ تو وہ صحابی ہیں کہ جو سفر وحضر کے ہر مرحلہ میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر رہتے۔ اور جن کا لقب ہی کتب احادیث میں یہ بیان ہوا ہے۔

''صاحب النعلین والوساد والمطهرة''

(صحیح بخاری کتاب فضائل اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔ باب مناقب عبد الله بن مسعود رقم

(الحدیث 3761، دار الکتاب العربی بیروت)

یہ حدیث جہاں حضور اقدس ﷺ کے باذن اللہ غیوب پر مطلع ہونے پر دلالت کر رہی ہے کہ اس آخری جنتی کے متعلق پیشگی بیان فرمادیا وہاں حضرت جبرائیل علیہ السلام کی وسعت سماعت پر بہت قوی دلیل ہے۔ اس لیے کہ حدیث صحیح سے ثابت ہے کہ جہنم کی گہرائی تقریباً 70 برس کی مسافت ہے۔

(صحیح مسلم۔ کتاب الجنۃ، باب فی شدۃ حر نار جہنم۔ رقم الحدیث 7168)

اور جبرائیل امین علیہ السلام کا مستقر سدرۃ المنتہیٰ ہے اور سدرۃ المنتہیٰ اور جہنم کی گہرائی کے درمیان لاکھوں برس کی مسافت ہے۔ اس جہنمی نے جہنم کی گہرائی سے "یا حنان، یا منان" کہہ کر پکارا تو جبرائیل امین علیہ السلام نے سدرۃ المنتہیٰ پر اس پکار کو سماعت کر لیا اور یہ حدیث سماع عن البعید کے وقوع پر بہت قوی دلیل ہے۔ اور جب سیدنا جبرائیل امین علیہ السلام جو کہ حضور اقدس ﷺ کے امتی اور وزیر ہیں اگر آپ کی قوت سماعت کا یہ عالم ہے تو نبی الانبیاء والمرسلین اور مخدوم کائنات ﷺ کی قوت سماعت کا حال کیا ہوگا؟ چنانچہ حدیث پاک میں ہے:

عن ابی سعید الخدری رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ ﷺ:
"ما من نبی الا ولہ وزیران من اھل السمآء و وزیران من اھل الارض، فاما وزیرای من اھل السمآء، فجبرئل و میکائیل، واما وزیرای من اھل الارض فابو بکر و عمر"

(جامع ترمذی۔ کتاب المناقب۔ باب مناقب ابی بکر و عمر۔ رقم الحدیث 3680۔ دار المعرفہ بیروت)

ترجمہ: ہر نبی کے دو دو وزیر آسمانوں پر ہیں اور دو دو وزیر زمین والوں میں سے ہیں۔ پس آسمان والوں میں میرے دو وزیر جبرائیل اور میکائیل (علیہما السلام) ہیں۔ اور زمین والوں میں میرے دو وزیر ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما ہیں۔

دلیل نمبر 14

آسمان کے ملائکہ کا آمین سماعت کرنا

عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ قال: "اذا قال احدکم آمین۔ وقالت الملائکۃ فی السمآء آمین فوافقت احداھما الاخری غفرلہ ماتقدم من ذنبہ"

(صحیح بخاری کتاب الاذان باب فضل التامین رقم الحدیث 781، صحیح مسلم کتاب الصلوٰۃ باب التسمیع و التحمید و التامین رقم الحدیث 917، جامع ترمذی کتاب الصلوٰۃ باب ماجآء فی فضل التامین رقم الحدیث 250، سنن ابی داؤد کتاب الصلوۃ باب التامین وراء الامام رقم الحدیث 936، سنن نسائی کتاب الافتتاح باب جھر الامام بالتامین رقم لحدیث 927، موطا امام مالک 198، سنن بیہقی جلد 2 ص 55، شرح السنۃ 587، مسند احمد 9921)

ترجمہ: "حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:
"جب تم میں سے کوئی شخص آمین کہتا ہے اور فرشتے بھی آسمان میں آمین کہتے ہیں اور دونوں میں سے ایک کا قول دوسرے کے موافق ہو جاتا ہے تو اس کے پچھلے گناہوں کو معاف کر دیا جاتا ہے۔"

امام جب زمین میں "غیر المغضوب علیھم ولا الضالین" پڑھتا ہے تو زمین سے لے کر آسمان تک فرشتے اس کو سماعت کرتے ہیں۔ مقتدی بھی آمین کہتے ہیں اور ملائکہ بھی آمین کہتے ہیں۔ اور مقتدیوں میں جس کی آمین فرشتوں کی آمین کے موافق ہو تو اس کے سابقہ گناہ بخش دیے جاتے ہیں۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ملائکہ آسمانوں پر ہونے کے باوجود زمین پر موجود امام کی قرأت کو سماعت کرتے ہیں اور اختتام فاتحہ پر آمین کہتے ہیں اور یہ حدیث ملائکہ کے سماع عن البعید پر بہت قوی دلیل ہے۔

دلیل نمبر 15

ملائکہ کی سماعت پر عقلی دلیل

حدیث صحیح سے ثابت ہے کہ ملائکہ کا مادہ خلقت نور ہے۔ چنانچہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔

"خلقت الملائکۃ من نور"

(صحیح مسلم کتاب الزهد و الرقاق باب: فی احادیث متفرقہ رقم الحدیث 7495۔ دارالکتاب العربی بیروت)

ترجمہ: "ملائکہ کو نور سے پیدا کیا گیا۔"

نور و روشنی کی رفتار سائنسی تحقیق کے مطابق 186000 میل فی سیکنڈ ہے۔ لہٰذا ملائکہ، نوری اجسام ہونے کیوجہ سے ہزاروں، لاکھوں، میل کا سفر چشم زدن میں طے کرلیتے ہیں۔ حدیث پاک میں ہے:

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"ان للہ ملائکۃ سیاحین یبلغون عن امتی السلام" هذا اسناد صحیح

(مصنف عبد الرزاق رقم الحدیث3116، مسند دارمی جلد2ص317، صحیح ابن حبان رقم الحدیث 914، المستدرک للحاکم جلد2 ص421، مسند احمد جلد1 ص441)

ترجمہ: "اللہ عزوجل کے کچھ فرشتے ہیں جو زمین میں گھومتے رہتے ہیں اور وہ میری امت کی طرف سے سلام پہنچاتے ہیں۔" (اس حدیث کی سند صحیح ہے)

حضور اقدس ﷺ کا جو غلام اور امتی خواہ وہ مشرق، مغرب اور شمال، جنوب

جس خطہ زمین پر آباد ہو ملائکہ اس کا درود بارگاہ رسالت میں پہنچاتے ہیں۔ اور اگر آپ کی امتی آپ سے ہزاروں میل دور ہی کیوں نہ ہو وہ اگر دن میں ہزار بار آپ ﷺ پر درود وسلام پڑھتا ہے تو فرشتے ہزار مرتبہ وہاں سے مدینہ چکر لگاتے ہیں۔ بلکہ بعض صوفیاء بیان کرتے ہیں کہ ایک ہی مجلس میں بیٹھ کر جب آپ کا امتی آپ کی بارگاہ میں ہدیہ درود وسلام پیش کرتا ہے تو اس کا دوسرا درود شروع کرنے سے پہلے، پہلا درود آپ کی بارگاہ میں پہنچا دیا جاتا ہے اور اگر وہ ہزار مرتبہ بھی درود پڑھتا ہے تو فرشتے اس کے اور مدینہ شریف کے درمیان ہزار چکر لگاتے ہیں اور اپنی سرعت اور برق رفتاری کی وجہ سے چشم زدن میں مدینہ شریف پہنچ جاتے ہیں بلکہ اس سے بڑھ کر یہ کہ سدرۃ المنتہیٰ سے زمین تک تقریباً 3 لاکھ سال کی مسافت ہے۔ اور جبرائیل امین علیہ السلام جن کا مستقر اور ٹھکانہ سدرۃ المنتہیٰ ہے۔ وہاں سے زمین پر چند لمحات میں پہنچ جاتے۔ چنانچہ حدیث پاک میں ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے اپنی امت کے ضعف اور کمزوری کا اور احوال آخرت کا تصور فرمایا تو آپ پر رقت طاری ہوئی اور عرض کی "اللھم امتی امتی" اور آپ ﷺ رونے لگے۔ اللہ رب العزت نے فرمایا: "یا جبرائیل اذھب الی محمد (ﷺ)" یعنی اے جبرائیل (علیہ السلام) میرے محبوب محمد (ﷺ) کے پاس جاؤ اور جا کر پوچھو کہ محبوب آپ کو کس چیز نے رلا دیا۔ (حالانکہ اللہ عزوجل زیادہ بہتر جانتا ہے) پس جبرائیل امین علیہ السلام نبی مکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ سے (رونے کا سبب) پوچھا۔ پس نبی مکرم ﷺ نے حضرت جبرائیل علیہ السلام کو خبر دی۔ جبرائیل علیہ السلام نے اللہ جل مجدہ کی بارگاہ میں واپس جا کر عرض کی (حالانکہ اللہ زیادہ بہتر جانتا ہے)۔ پس اللہ عزوجل نے فرمایا: "یا جبرائیل اذھب الی محمد (ﷺ)" یعنی اے جبرائیل (علیہ السلام) میرے حبیب مکرم ﷺ کے پاس جاؤ اور ان سے کہو:

"انا سنرضیك فی امتك ولا نسوءك"

(صحیح مسلم کتاب الایمان باب دعاء النبی ﷺ رقم الحدیث 499، دارالکتاب العربی بیروت)

ترجمہ: "اے حبیب مکرم ﷺ آپ کی امت کے معاملہ میں ہم آپ کو راضی کر دیں گے اور آپ کو بھولیں گے نہیں۔"

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جبرائیل امین علیہ السلام کی قوت رفتار کا عالم یہ ہے کہ سدرۃ المنتہیٰ سے زمین تک حضور اقدس ﷺ کی ایک ہی مجلس میں دوبار چکر لگایا۔ حالانکہ سدرۃ المنتہیٰ تک تین لاکھ سال کا فاصلہ ہے۔ یہ بات سمجھنے کے بعد اچھی طرح جان لیں۔ سماعت کا دائرہ کار قوت رفتار سے بڑھ کر ہوتا ہے۔ اور جب ملائکہ کی قوت رفتار کا یہ عالم ہے کہ وہ چشم زدن میں ہزاروں، لاکھوں میل کی مسافت طے کر لیتے ہیں تو ان کی سماعت کا دائرہ کار یقیناً اس سے وسیع ہوگا۔ جس پر یہ حدیث بڑی واضح دلیل ہے۔

دلیل نمبر 16

قبر انور پر موجود فرشتے کی سماعت

حضرت عمار رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"یا عمار! ان للہ ملکا اعطا اسماع الخلائق کلھا، وھو قائم علی قبری اذا مت الی یوم القیامۃ، فلیس احد من امتی یصلی علی صلاۃ الا سماہ باسمہ و اسم ابیہ، قال یا محمد، صلیٰ علیك فلان کذا و کذا۔ فیصلی الرب عزوجل علیٰ ذلك الرجل بکل واحدۃ عشرۃ۔"

(مسند البزار۔ رقم الحدیث 3162-3163۔ مجمع الزوائد۔ جلد10 ص162، القول البدیع للسخاوی۔ ص 107-108۔ جلاء الافہام للحافظ ابن قیم رقم الحدیث 86-87-88۔

دارالکتاب العربی بیروت) (التاریخ الکبیر۔ للبخاری۔ جلد6 ص416)

ترجمہ: "اے عمار! بیشک اللہ نے ایک فرشتے کو تمام مخلوق کی سماعت عطا فرمائی ہے اور جب میری وفات ہوگی تو وہ قیامت تک میری قبر پر کھڑا رہے گا۔ پس میرے امت میں سے جو شخص بھی مجھ پر درود پڑھے گا وہ اس کا اور اس کے باپ کا نام لے کر کہے گا۔ اے محمد ﷺ فلاں فلاں شخص نے آپ (ﷺ) پر درود پڑھا ہے۔ پھر اللہ عزوجل اس کے ہر درود کے بدلہ میں اس پر دس رحمتیں نازل فرمائے گا۔"

قارئین کرام ملاحظہ فرمائیں کہ قبر انور فرشتے کی سماعت کس قدر وسیع اور کامل ہے کہ روئے زمین پر جو بھی جن یا انسان جس وقت اور جہاں سے نبی مکرم ﷺ کی ذات پر درود وسلام پڑھتا ہے تو وہ فرشتہ اس درود وسلام کو سماعت کرتا ہے اور پھر اس کو بارگاہ مصطفیٰ کریم ﷺ میں پیش کرتا ہے۔ ذرا تامل کریں کہ اگر کوئی انسان اس حدیث کے مطابق یہ عقیدہ رکھ کر درود وسلام پڑھے کہ قبر انور پر موجود فرشتہ باذن اللہ میرے اس درود وسلام کو سماعت کرے گا تو کیا یہ شرک ہے؟ اگر یہ شرک ہے تو کیا العیاذ باللہ تعالیٰ اس حدیث میں فرشتہ کو خدا کا شریک کہا گیا ہے؟ ہرگز نہیں۔ تو معلوم ہوا کہ جب فرشتہ کے بارے میں یہ عقیدہ رکھا جائے کہ وہ باذن اللہ میرے درود کو سماعت کرے گا یہ شرک نہیں تو حضور نبی مکرم ﷺ جو تمام موجودات ومخلوقات میں افضل، ارفع اور اکمل ہیں ان کے بارے میں کوئی یہ عقیدہ رکھ کر درود وسلام پڑھے کہ حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام باذن اللہ میرے درود وسلام کو سماعت فرمالیں گے تو یہ شرک کیسے بنے گا؟

اس حدیث نے اہل سنت پر فتوائے شرک کا کلیۃً استیصال اور بیخ کنی کر دی اور اہل سنت کے عقیدہ کی حقانیت وصداقت پر مہر تصدیق وتوثیق ثبت کر دی۔ (والحمد للہ علی ذلک)

دلیل نمبر 17

حوران جنت کی سماعت

"عن معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ قال قال رسول الله ﷺ "لا توذی امرئة زوجها فی الدنیا الا قالت له زوجة من الحور العین لاتوذیه قاتلك الله فانما هو عندك دخیل یوشك ان یفارقك الینا"

(سنن ترمذی کتاب الرضاع باب ما جاء فی کراهیة الدخول علی المغیبات رقم الحدیث1174، دارالمعرفه بیروت، سنن ابن ماجه کتاب النکاح باب المراة توذی زوجها رقم الحدیث 2014 دارالسلام ریاض)

ترجمہ: ''حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''کہ جب کوئی عورت دنیا میں اپنے خاوند کو تکلیف اور اذیت دیتی ہے تو بڑی آنکھوں والی حوروں میں سے اس کی بیوی کہتی ہے کہ اس کو اذیت نہ دے اللہ تجھے ہلاک کرے یہ چند دن تیرے پاس مہمان ہے۔ عنقریب یہ تجھے چھوڑ کر ہمارے پاس آجائے گا۔''

(اس حدیث کو امام احمد بن حنبل نے اپنی ''مسند'' اور خطیب تبریزی نے ''مشکوٰۃ المصابیح'' میں روایت کیا اور حافظ منذری نے کہا کہ امام ترمذی نے اس حدیث کی تحسین کی ہے۔ الترغیب والترہیب)

اس حدیث پر ایک نظر تدبر ڈالیں کہ جنت اور زمین کے درمیان 5000 سال کی مسافت ہے۔ اور پھر وہ حور عین نجانے کونسی جنت میں ہے۔ عین ممکن ہے کہ اس حور اور زمین کے درمیان لاکھوں سال کی مسافت ہو۔ لیکن ہزاروں، لاکھوں سال دور ہونے کے باوجود وہ حور جنت سے چار دیواری میں موجود شوہر اور بیوی کے درمیان ہونے والے جھگڑے اور مباحثے کو سماعت بھی کر رہی ہے اور اس کا مشاہدہ بھی کر رہی ہے۔ اور اسے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ اس کے خاوند کو اس جھگڑے سے اذیت وتکلیف پہنچی ہے۔ یہ بھی معلوم ہے کہ وہ روئے زمین کی کس جگہ میں رہتا ہے۔ یہ بھی معلوم ہے کہ اس نے میرا خاوند بننا ہے۔ آپ غور کریں کہ حور عین کا مستقبل میں بننے والے خاوند سے تعلق فقط ازدواجی اور جسمانی ہے۔ اور وہ بھی ابھی قائم نہیں ہوا بلکہ ہزاروں، لاکھوں سال بعد جنت میں دخول پر قائم ہوگا۔ تو محض اگر جسمانی اور ازدواجی تعلق کی بناء پر وہ خاوند اور اس کے معاملات اس سے مخفی و پوشیدہ نہیں اور وہ اس کے کلام کو سنتی ہے۔ اسے دیکھتی ہے تو مکین گنبد خضراء حضور محمد رسول اللہ ﷺ کا اپنے امتیوں سے تعلق روحانی اور معنوی ہے۔ اور وہ تعلق ہمہ وقت قائم اور متصل ہے۔ تو آپ اپنے اس روحانی ومعنوی تعلق کی بناء پر چند ہزار میل سے اپنے امتیوں کے صلوٰۃ وسلام کو کیوں نہیں سماعت کر سکتے؟ فافهم و تدبر۔

دلیل نمبر 18

آخری جنتی کی وسعت رویت سے استدلال

عن ابن عمر رضی اللہ عنہما قال قال رسول الله ﷺ "ان ادنی اهل الجنة منزلة، لمن ینظر الی جنانه و ازواجه و نعیمه

وخدمه و سرره مسيرة الف عام"

(سنن ترمذی کتاب صفة الجنة باب ما جاء فی روية الرب عزوجل رقم الحديث2553 دارالمعرفه بيروت)

ترجمہ: ''بیشک ادنیٰ جنتی کی منزلت یہ ہوگی کہ وہ اپنی جنتوں، بیویوں، نعمتوں، خادموں اور تختوں کی طرف ایک ہزار سال کی مسافت سے دیکھ رہا ہوگا۔''

یعنی ادنیٰ جنتی کی جوجہنم سے اپنی سزا بھگت کر جنت میں پہنچے گا اس کی رویت و بصارت کا دائرہ کار اتنا وسیع ہوگا کہ وہ ایک ہزار سال کی مسافت تک اپنے باغات کا مشاہدہ کرے گا اور ظاہر ہے کہ اعلیٰ جنتی کی وسعت رویت و بصارت اس سے بڑھ کر ہوگی۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جب اللہ تبارک وتعالیٰ ایک عام جنتی کی بصارت کو اتنا وسیع کرسکتا ہے تو وہ اس کی سماعت کو بھی اتنا وسیع فرمادے گا کہ وہ ایک ہزار سال کی مسافت سے سن لے گا جس پر قرآن سے دلیل پہلے گزر چکی ہے۔

دلیل نمبر 19

جنت ودوزخ کا سماع عن البعید

عن انس بن مالك رضی اللہ عنہ قال قال رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم ''من سال الجنة ثلاث مرات، قالت الجنة اللهم ادخله الجنة و من استجار من النار ثلاث مرات قالت النار اللهم اجره من النار''

(سنن ترمذی کتاب صفة الجنة باب ما جآء فی صفة انهار الجنة رقم الحديث 2572 دارالمعرفه بيروت، سنن نسائی کتاب الاستعاذة باب الاستعاذة من حرالنار رقم الحديث5536 دارالسلام رياض، سنن ابن ماجه كتاب لزهد باب صفة لجنة رقم لحديث 4340 دارالسلام رياض)

ترجمہ: ''حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''کہ جو تین بار (اللہ جل مجدہ سے) جنت کا سوال کرتا ہے تو جنت کہتی ہے اے اللہ عزوجل! اس کو جنت میں داخل فرما اور جو تین بار جہنم سے پناہ طلب کرتا ہے تو جہنم کہتی ہے اے اللہ عزوجل اس کو جہنم سے پناہ عطا فرما۔''

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ بندہ جب فرش زمین پر جنت کا سوال کرتا ہے تو جنت عرض کرتی ہے اے اللہ! اس کو جنت عطا فرما اور جب جہنم سے پناہ مانگتا ہے تو جہنم کہتی ہے اے اللہ عزوجل اس کو جہنم سے پناہ دے اور یہ تب ہے کہ جنت اور دوزخ اس بندے کا کلام سماعت کریں۔ قبل ازیں بیان ہوا کہ جنت کی مسافت 5000 برس ہے اور جہنم تحت الثریٰ میں ہے۔ جنت اور دوزخ ہزاروں سال کی مسافت دور ہونے کے باوجود اس کی دعا کو سماعت کرتی ہیں اور جواباً دعا دیتی ہیں۔ اور یہ سماع عن البعید پر بہت واضح دلیل ہے۔

دلیل نمبر 20

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا حضرت ساریہ رضی اللہ عنہ کو دور سے پکارنا

"عن ابن عمر رضی اللہ عنہما ان عمر بعث جيشاً و امر عليهم رجلا يدعیٰ سارية۔ فبينما عمر يخطب فجعل يصيح۔ يا سارى الجبل۔ فقدم رسول من لجيش فقال يا امير المومنين۔ لقينا علدونا فهزمونا فاذا بصائح يصيح۔ يا

ساری الجبل فاسندنا ظھورنا الی الجبل فھزمھم اللہ تعالیٰ۔

(فضائل الصحابۃ للامام احمد جلد1 ص219 رقم الحدیث355، دلائل النبوۃ للبیھقی جلد6 ص370، دلائل النبوۃ للابی نعیم جلد3 ص210، مشکوٰۃ المصابیح جلد2 ص410 رقم الحدیث 5954، التفسیر الکبیر جزو21 ص87 دارالفکر بیروت)

ترجمہ: ''حضرت عبداللہ بن عمر ؓ روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمر فاروق ؓ نے ایک لشکر روانہ فرمایا اوراس کا سالار ساریہ نامی ایک شخص کو مقرر کیا۔ایک دن آپ خطبہ دے رہے تھے کہ دوران خطبہ اچانک آپ نے پکارا اے ساریہ! پہاڑ کی اوٹ لو۔(بعد میں)لشکر سے ایک قاصد آیا اور کہنے لگا اے امیر المومنین!ہم دشمن سے لڑے اوروہ ہمیں شکست دینے کے قریب تھا کہ اچانک کسی پکارنے والے نے پکارا۔اے ساریہ! پہاڑ کی اوٹ لے۔ہم نے اپنی پشتیں پہاڑ کی طرف کرلیں تو اللہ تعالیٰ نے انہیں شکست دی (اور ہمیں فتح عطا ہوئی)۔

(**نوٹ**: نہاوند اور مدینہ کے درمیان تقریباً ایک ہزار میل کا فاصلہ ہے)

اس حدیث سے چند امور معلوم ہوئے۔

i- دور سے پکارنے کا جواز (کہ حضرت عمر ؓ نے ایک ہزار میل دور سے یہ سمجھ کر کہ ساریہ اوراس کے لشکر والے میری آواز کو سماعت کرلیں گے پکارا)۔

ii- دور سے سننے کا جواز (کہ حضرت ساریہ اوران کے لشکر نے ایک ہزار میل دور سے حضرت سیدنا عمر فاروق ؓ کی آواز کو سماعت کیا)

iii- دور سے امداد کرنے کا جواز (کہ حضرت عمر ؓ نے ایک ہزار میل دور سے اس واقعہ کا مشاہدہ فرمایا اور رہنمائی فرما کر باذن اللہ اہل لشکر کی امداد فرمائی جس کے نتیجہ میں حضرت ساریہ اوران کا لشکر فتح یاب ہوا)۔

یہاں کسی کے ذہن میں اشکال پیدا ہوسکتا ہے کہ اس واقع سے سماع عن البعید ثابت نہیں ہوتا بلکہ یہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کرامت تھی کہ آپ کی آواز وہاں تک پہنچ گئی۔لیکن یہ ایک سطحی قسم کا اعتراض ہے۔کیونکہ حضرت ساریہ نے بہرحال ایک ہزار میل کی مسافت سے سنا خواہ ان کی سماعت قوی ہو یا حضرت عمر فاروق کی آواز قوی ہو۔پھر جب اللہ تعالیٰ کسی کی آواز کو اتنا قوی کرسکتا ہے کہ وہ ایک ہزار میل دور تک پہنچ جائے تو کسی کی سماعت کو اتنا قوی کیوں نہیں فرما سکتا کہ وہ ایک ہزار میل سے سماعت کرلیں۔حقیقت یہ ہے کہ حق تعالیٰ کبھی کسی کی سماعت کو قوی کر کے دور کی آواز سنوا دیتا ہے تو کبھی کسی آواز کو قوی کر کے دور تک پہنچا دیتا ہے۔اس سلسلہ میں حسین احمد مدنی کی یہ عبارت ملاحظہ کریں:

''لفظ یارسول اللہ علیہ السلام اگر بلالحاظ معنیٰ ایسی طرح نکلا ہے جیسے لوگ بوقت مصیبت وتکلیف ماں اور باپ کو پکارتے ہیں تو بلاشک جائز ہے۔علیٰ ہذا القیاس اگر بلحاظ معنیٰ درود شریف کے ضمن میں کہا جائے تو بھی جائز ہوگا۔علیٰ ھذاالقیاس اگر کسی سے غلبہ محبت وشدت وجد وتو فرعشق میں نکلا ہے تب بھی جائز ہے۔اوراگراس عقیدہ سے کہا کہ اللہ تعالیٰ حضور اکرم ﷺ تک اپنے فضل وکرم سے ہماری ندا کو پہنچا دے گا اگرچہ ہروقت پہنچا دینا ضروری نہ ہوگا۔مگراس امید پر وہ ان الفاظ کو استعمال کرتا ہے تو اس میں بھی کوئی حرج نہیں۔علیٰ ہذاالقیاس

اصحاب، ارواح طاہرہ ونفوس ذکیہ جن کو بعد مکانی اور کثافت جسمانی اپنے عرائض کی تبلیغ سے مانع نہ ہوں اس میں بھی کوئی قباحت نہیں۔''

(الشہاب الثاقب ص208، ادارہ تحقیقات اہل سنت بلال پارک لاہور)

علامہ تفتازانی اس حدیث کے بارے میں فرماتے ہیں:

''سماع سارية كلامهٔ مع بعدالمسافة''

ترجمہ: ''(اولیاء کی کرامات میں سے دور سے سننا بھی ہے) جیسے ساریہ نے مسافت کی دوری کے باوجود (حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا) کلام سُنا۔'' (شرح العقائد باب کرامات الاولیاء صفحہ 145 ضیاء القرآن لاہور)

نیز ملا علی قاری اسی حدیث کے بارے میں فرماتے ہیں:

''فيه انواع من الكرامة لعمر كشف المعركة وايصال صوته و سماع كل منهم لصيحته''

ترجمہ: ''اس روایت میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی بہت ساری کرامات ہیں جیسے معرکے کا ظاہر ہونا اور آپ کی آواز کا پہنچنا اور اُن میں سے ہر ایک کا آپ کی پکار کو سننا۔'' (مرقاۃ شرح مشکوۃ جلد 11 صفحہ 334)

دلیل نمبر 21

اولیاء کا سماع عن البعید

عن ابی هريرة رضى الله تعالىٰ عنه قال قال رسول ﷺ:

''ان الله عزوجل قال: من عادى لى وليا فقد اذنته بالحرب، و ما تقرب الى عبدى بشيء احب الى مما

افترضت عليه، وما يزال عبدى يتقرب الى با النوافل حتى احبه، فاذا احببته كنت سمعه الذى يسمع به و بصره الذى يبصربه و يده التى يبطش بها و رجله التى يمشى بها وان سالنى لاعطينه ولئن استعاذنى لا عيذنه''

(صحيح بخارى كتاب الرقاق باب التواضع رقم الحديث 6137، صحيح ابن حبان جلد2 ص58 رقم الحديث 347، السنن الكبرى للبيهقى جلد10 ص219 باب60)

ترجمہ: ''حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے فرمایا: جو میرے کسی ولی سے عداوت رکھے میں اس سے اعلان جنگ کرتا ہوں اور میرا بندہ ایسی کسی چیز کے ذریعے میرا قرب نہیں پاتا جو مجھے فرائض سے زیادہ محبوب ہو اور میرا بندہ مسلسل نفلی عبادات کے ذریعے میرا قرب حاصل کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ میں اس سے محبت کرنے لگتا ہوں۔ اور جب میں اس سے محبت کرتا ہوں تو میں اس کے کان بن جاتا ہوں جن سے وہ سنتا ہے اور اس کی آنکھ بن جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے اور اس کا ہاتھ بن جاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے۔ اور اس کا پاؤں بن جاتا ہوں جس سے وہ چلتا ہے۔ اگر وہ مجھ سے سوال کرتا ہے تو میں اس کو ضرور عطا کرتا ہوں اور اگر وہ میری پناہ مانگتا ہے تو میں اس کو ضرور پناہ دیتا ہوں۔''

وجہ استدلال

یہ حدیث قدسی معتقدات اہل سنت کی تائید میں بہت قوی سند اور دلیل

ہے۔اور اس میں بطور خاص یہ جملہ "**كنت سمعه الذى يسمع به**" ہمارے موضوع سے متعلق ہے۔وہ اس طرح کہ بندہ جب عبادات و ریاضات اور ادائیگی فرائض اور کثرت نوافل کے ساتھ قرب الٰہی عزوجل کے مقام و مرتبہ علیا تک پہنچتا ہے ،تو پھر اس بندے کو بشری کثافتوں سے منزہ ومجلی کر کے اسے انوار و تجلیات الٰہیہ کے بحر بے کراں میں غواصی کی سعادت میسر آتی ہے۔اس بندہ کی تمام صفات پر صفت الٰہیہ کا پرتو پڑتا ہے اور اس محبوبیت اور قربت کے مقام پر وہ بندہ خاکی اللہ رب العزت کی صفات کا مظہر بن جاتا ہے۔اب بظاہر اعضاء اس ولی کے ہیں لیکن ان سے تاثیر خداعزوجل کیطرف سے ظاہر ہوتی ہے۔اور اسی تاثیر ربانی کی وجہ سے قرب و بعد کی مسافتوں کو اس کے لئے یکجا کر دیا جاتا ہے۔اب یہ بندہ ولی جس طرح قریب کی آواز کو بآسانی سماعت کرتا ہے اسی طرح اللہ رب العزت کی صفت سماعت کے پرتو اور فیض سے دور کی آواز کو بھی یکساں سماعت کرتا ہے۔اور اس میں حقیقی کمال اس بندہ ولی کا نہیں بلکہ رب عزوجل کی صفت سماعت کے پرتو کا ہے۔یہی بات انور شاہ کشمیری نے بیان کی۔

"قوله تعالىٰ كنت سمعه بصيغة المتكلم يدل على انه لم يبق من المتقرب باالنوافل الا جسده و شبحه و صار المتصرف فيه الحضرة الالهيه فحسب"

(فیض الباری شرح بخاری جلد4 ص28)

ترجمہ: "اللہ رب العزت کا فرمان (کنت سمعه) متکلم کے صیغہ کے ساتھ اس پر دلالت کرتا ہے کہ نوافل کے ذریعہ قرب حاصل کرنے والے کا صرف جسم اور ظاہری ڈھانچہ باقی رہ گیا ہے۔اور اس میں مدبر و

متصرف صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔"

یہی مضمون ملا علی قاری نے بیان کیا۔

"ان ما به الكما ل من السمع والبصر وقوة القوى انما هومن آثار سمعه و بصره و قدرته وقوتهواما هومعدوم محض۔" (مرقاۃ شرح مشکوۃ جلد5 ص55)

ترجمہ: "پس اس مقرب بندہ کی سمع بصر اور تمام قوی کے کمالات حقیقت میں اللہ تعالیٰ کی سمع و بصر اور قدرت وقوت کے آثار میں سے ہیں۔ رہا وہ بندہ تو وہ معدوم محض ہے۔"

علامہ سید محمد آلوسی حنفی بیان کرتے ہیں۔

"لا يسمع بالسمع الانسانى بل يسمع بالسمع الربانى كما فى الحديث القدسى كنت سمعه الذى يسمع به الى آخره۔" (روح المعانی جلد7 ص102)

ترجمہ: "بندہ ولی سمع انسانی کے ساتھ نہیں سنتا بلکہ سمع ربانی کے ساتھ سنتا ہے۔جیسا کہ حدیث قدسی (کنت سمعه الذی) میں وارد ہے۔"

امام فخر الدین رازی اس حدیث کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"العبد اذا واظب على الطاعات بلغ الى المقام الذى يقول الله تعالىٰ كنت له سمعا و بصرا فاذا صار نور جلال الله تعالىٰ سمعا له سمع القريب والبعيد و اذا صار نور جلال الله تعالىٰ بصرا له راى القريب والبعيد"

(التفسیر الکبیر جلد5 ص688۔ دار الفکر بیروت)

ترجمہ: ''بندہ جب طاعات وعبادات پر مواظبت کرتا ہے تو اس مقام پر پہنچ جاتا ہے جس کے بارے میں اللہ جل مجدہ نے فرمایا (کنت سمعا وبصرا)۔ پس جب اللہ کا نور جلال اس کے کانوں پر پڑتا ہے تو وہ بندہ ولی قریب اور دور کی آواز کو سنتا ہے۔ اور جب اللہ کا نور جلال اس کی آنکھوں پر پڑتا ہے تو وہ قریب اور بعید کی چیزوں کو دیکھتا ہے۔''

اس سلسلہ میں آخری قول حاجی امداد اللہ مہاجر مکی کا نقل کیا جاتا ہے۔ آپ فرماتے ہیں:

''باید دانست کہ قرب دو قسم است قرب نوافل وقرب فرائض۔ قرب نوافل ایں است کہ صفات بشریہ سالک از وے زائل شوند وصفات حق تعالیٰ بروے ظاہر آیند چنانچہ زندہ می گرداند مردہ راو میراند زندہ باذن اللہ تعالیٰ وبشنود وبیند از جمیع بدن خود وبشنود مسموعات راو بہ بیند مبصرات را از بعید وعلی ھذا القیاس باقی صفات وے......''

(ضیاء القلوب ص30)

ترجمہ: ''جاننا چاہیے کہ قرب دو قسم کا ہوتا ہے۔ قرب نوافل اور قرب فرائض۔ قرب نوافل یہ ہے کہ سالک کی بشری صفات اس سے زائل ہو جائیں اور اللہ تعالیٰ کی صفات اس پر ظاہر ہو جائیں چنانچہ وہ اللہ تعالیٰ کے اذن سے زندہ کو ماردیگا اور مردے کو زندہ کر دے گا۔ اور دور سے سنے گا اور دیکھے گا۔ اپنے پورے بدن کے ساتھ اور مسموعات کو دور سے سنے گا اور مبصرات کو دور سے دیکھے گا اور اس کی باقی صفات بھی اسی انداز کی ہوں گی۔''

سماع عن البعید پر چند واقعات

ذیل میں آپ کے سامنے چند اولیاء اور اکابرین دیو بند کے دور سے سننے پر چند واقعات بطور استشہاد واستدلال پیش خدمت ہیں۔

دلیل نمبر 22

اشرف علی تھانوی نے محمد السُّشُشینی (667ھ) کے بارے میں لکھا:

''آپ کی کرامتوں میں یہ بھی ہے کہ آپ کا ایک خادم راستہ میں کسی لق ودق جنگل میں جا پہنچا اور اپنی ہلاکت کا یقین ہو گیا۔ تو اس نے ان سے امداد چاہی اور چلا تو ایک شخص کو محسوس کیا جو کچھ کہہ رہا ہے کہ یہ رہا راستہ تو راستہ پر پہنچ گیا۔'' (جمال الاولیاء ص145، ممتاز اکیڈمی لاہور)

دلیل نمبر 23

امام عبدالوہاب شعرانی شیخ موسیٰ ابو عمران کے تذکرہ میں تحریر فرماتے ہیں:

''وکان اذا ناداہ مریدہ اجابہ من مسیرۃ سنۃ اذا اکثر''

(لوامع الانوار فی طبقات الاخیار جلد 2 ص21)

ترجمہ۔ ''کہ ابوعمران کو جب ان کا مرید ایک سال یا اس سے زیادہ عرصہ سفر کی مسافت سے پکارتا تو وہ اس کی پکار پر جواب دیتے تھے۔''

دلیل نمبر 24

اشرف علی تھانوی اپنے پیرومرشد حاجی امداد اللہ مہاجر مکی کی کرامات کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتا ہے:

"میرے ایک دوست جو جناب بقیۃ السلف حضرت امداد اللہ مہاجر مکی سے بیعت تھے۔ حج خانہ کعبہ کو تشریف لے جاتے تھے۔ بمبئی سے آگبوٹ میں سوار ہوئے۔ آگبوٹ نے چلتے چلتے ٹکر کھائی اور قریب تھا کہ چکر کھا کر غرق ہو جائے جب انہوں نے یہ دیکھا کہ مرنے کے سوا کوئی چارہ نہیں۔ اسی مایوسانہ حالت میں گھبرا کر اپنے پیر روشن ضمیر کی طرف خیال کیا اور عرض کیا اس وقت سے زیادہ اور کون سا امداد کا وقت ہوگا؟ اللہ تعالیٰ سمیع وبصیر وکارساز مطلق ہے۔ اس وقت ان کا آگبوٹ غرق ہونے سے بچ گیا اور تمام لوگوں کو نجات ملی۔ ادھر تو یہ واقع پیش آیا ادھر اگلے روز مخدوم جہاں اپنے خادم سے بولے ذرا میری کمر دباؤ نہایت درد کرتی ہے۔ خادم نے کمر دباتے دباتے پیراہن مبارک جو اٹھایا تو دیکھا کہ کمر چھلی ہوئی ہے۔ اور اکثر جگہ سے کھال اتر گئی ہے۔ پوچھا حضرت یہ کیا ہے؟ کمر کیوں چھلی ہوئی ہے؟ فرمایا کچھ نہیں۔ پھر پوچھا۔ آپ خاموش رہے۔ تیسری مرتبہ پھر دریافت کیا۔ حضرت یہ تو کہیں رگڑ لگی ہے اور آپ تو کہیں تشریف بھی نہیں لے گئے۔ فرمایا۔ ایک آگبوٹ ڈوبا جاتا تھا اس میں تمہارا دینی اور سلسلے کا بھائی تھا اس کی گریہ وزاری نے مجھے بے چین کر دیا۔ آگبوٹ کو کمر کا سہارا دے کر اوپر اٹھا لیا۔ جب آگے چلا اور بندگان خدا کو نجات ملی اس لئے چھل گئی ہوگی اور اسی وجہ سے درد ہے مگر اس کا ذکر نہ کرنا۔" (کرامات امدادیہ ص 18)

اس واقعہ کو اشرف علی تھانوی نے بغیر جرح وتنقید کے نقل کیا ہے تو معلوم ہوا

کہ اشرف علی تھانوی کو اس واقعہ کی صحت پر مکمل یقین ہے۔ جبھی اس کو اپنے پیر روشن ضمیر کی کرامات میں شمار کیا۔ اس واقع میں چند امور توجہ طلب ہیں۔ جن سے مسلک دیو بند کی فلک بوس عمارت زمین بوس ہوتی نظر آتی ہے۔

i- عین مشکل اور غرقابی کی حالت میں اپنے پیر کی طرف مدد کے لئے رجوع کرنا۔

ii- پیر کا مرید کی قلبی حالت اور کیفیت پر مطلع ہونا۔

iii- پیر کا اپنے مرید کی امداد کے لئے جانا اور غرق ہونے والے آگبوٹ کو بچانا۔

قارئین کرام! اندازہ فرمائیں کہ ایک طرف تو مکین گنبد خضرا ﷺ کے بارے میں یہ عقیدہ کہ حضور اقدس ﷺ دور کی آواز سماعت نہیں فرماتے اور نہ ہی کسی کی امداد فرماتے ہیں اور یہ نظریہ وعقیدہ شرک وکفر ہے۔ اور دوسری طرف اپنے پیر ومرشد کے لئے یہاں تک تسلیم کرنا کہ دور کی آواز سننا تو کجا وہ دور سے دل کی حالت پر مطلع ہوئے اور نہ صرف مطلع ہوئے بلکہ عین اس مشکل کے عالم میں اپنے مرید کی جا کر امداد بھی کی۔ نہ اس سے مرید کی توحید میں فرق آیا کہ جس نے حاجی صاحب کے متعلق یہ نظریہ رکھا کہ آپ دور سے میری قلبی حالت پر مطلع ہو جائیں گے اور امداد بھی فرمائیں گے اور نہ ہی اشرف علی تھانوی کی توحید میں فرق آیا جس نے اس واقع کو بغیر جرح وتنقید کے نقل کر کے اس پر اپنی مہر توثیق وتصدیق ثبت کی۔ معلوم ہوتا ہے کہ علمائے دیو بند کے نزدیک حضور اقدس ﷺ کے بارے میں اور اپنے پیر کے بارے توحید کا معیار جدا جدا ہے۔

دلیل نمبر 25

چنانچہ رشید احمد گنگوہی نے اپنی مشہور کتاب "امداد السلوک" میں لکھا:

"مرید کو یقین کیساتھ یہ جاننا چاہیے کہ شیخ کی روح کسی خاص جگہ

میں مقید و محدود نہیں ہے۔ پس مرید جہاں بھی ہوگا خواہ قریب ہو یا بعید تو گو شیخ کے جسم سے دور ہے لیکن اس کی روحانیت سے دور نہیں۔ جب اس مضمون کو پختگی سے جاتے رہے گا اور ہر وقت شیخ کو یاد رکھے گا تو ربط قلب پیدا ہو جائے گا اور ہر دم استفادہ ہوتا رہے گا۔ اور مرید کو جب کسی واقعہ کے کھولنے میں شیخ کی حاجت پیش آئے گی تو شیخ کو اپنے قلب میں حاضر جان کر بزبان حال سوال کرے گا اور ضرور شیخ کی روح باذن خداوندی اس کو القا کر دے گی۔"

(امداد سلوک ص 68-67 ادارہ اسلامیات انارکلی۔ لاہور)

اس عبارت سے واضح ہو کہ مرید شیخ کی روحانیت سے دور نہیں اگر چہ وہ جسم سے دور ہی کیوں نہ ہو۔ اور اہل سنت کے تمام متکلمین کے نزدیک انسان کے وجود میں حقیقی سامع، باصر اور فاہم روح ہے نہ کہ جسم۔ سو جب روح مرید کے قریب ہے تو معلوم ہوا کہ پیر اپنے مرید کو دیکھتا بھی ہے اور اس کی پکار کو سنتا ہے۔ ایک طرف پیر کے متعلق یہ نظریات اور دوسری طرف سید الانبیاء کے متعلق یہ عقیدہ کہ وہ اپنے امتی کو نہ دیکھتے ہیں اور نہ ہی اس کے صلوٰۃ و سلام کو سنتے ہیں تو اسے ایمان کی محرومی اور حرماں نصیبی نہ کہیں تو اور کیا کہیں؟

❀❀❀❀

باب سوئم

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے دور سے سننے پر دلائل

سابقہ صفحات میں قارئین پر یہ واضح ہو چکا ہے۔ دور سے سننا نہ صرف یہ کہ ممکن ہے بلکہ واقع بھی ہے اور اگر چہ ان دلائل کے بعد حضور اقدس ﷺ کی سمع مبارک پر دلائل کے لئے مستقل باب کی حاجت نہیں ہے۔ اس لیے کہ جب حوران جنت، اہل جنت، ملائکہ اور اولیاء وغیرہ کے لئے سماع عن البعید ثابت ہے تو سید الانبیاء والمرسلین جو جامع المحاسن، مصدر کمالات اور منبع جود و عطا ہیں اور مخلوقات کے تمام کمالات میں برزخ کبریٰ اور وسیلہ عظمیٰ ہیں۔ ان کے لئے بطریق اولی سماع عن البعید ثابت ہوگا۔ لیکن ہم پھر بھی اتمام حجت کے لئے چند دلائل حضور اقدس ﷺ کی وسعت سماعت پر نقل کر رہے ہیں تا کہ عقیدہ اہل سنت کی حقانیت امس و شمس کی طرح واضح و لائح ہو جائے۔

دلیل نمبر 26

اللہ رب العزت نے قرآن مجید فرقان حمید میں ارشاد فرمایا:

"اِنَّآ اَعْطَیْنٰكَ الْكَوْثَرَ" (سورۃ کوثر 1)

ترجمہ: "بیشک ہم نے (اے حبیب مکرم ﷺ!) آپ کو کوثر کا مالک بنا دیا ہے۔"

اس آیت کریمہ میں لفظ "کوثر" میں عظمت و رفعت و کمال مصطفیٰ ﷺ کے بحر ذخار پوشیدہ و پنہاں ہیں، اور یہ ایک لفظ اپنے جلو میں جملہ خیرات و حسنات، ہر قسم

کی حسی ومعنوی، ظاہری وباطنی اور دنیوی واخروی نعمتوں کا احاطہ کئے ہوئے ہے چنانچہ حبر هذه الامۃ حضرت سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما لفظ ''کوثر'' کی تفسیر میں ارشادفرماتے ہیں:

''الکوثر :الخیر الکثیر الذی اعطاه الله ایاه''

(صحیح بخاری کتاب الرقاق باب فی الحوض رقم الحدیث 6578 دارالکتاب العربی بیروت، صحیح بخاری کتاب التفسیر سورۃ انا اعطیناک الکوثر رقم الحدیث 4966 دارالکتاب العربی بیروت)

ترجمہ: ''لفظ کوثر سے مراد ہر قسم کی خیر کثیر ہے جو اللہ رب العزت نے اپنے حبیب مکرم ﷺ کو عطا فرمائی ہے۔''

دور سے سننا بھی ایک نعمت وخیر ہے۔ چنانچہ اس پچھلے باب سے معلوم ہوا کہ اللہ رب العزت نے حضرت سلیمان علیہ السلام کو بطور نعمت دور سے سننے کی قوت وطاقت عطا کی اور اللہ رب العزت اپنے اولیاء کو بھی بطور کرامت سماع عن البعید کی قوت عطا فرماتا ہے تو اس آیت میں لفظ ''کوثر'' سماع عن البعید کی نعمت وخیر کو بھی شامل ہے۔ لہٰذا معلوم ہوا کہ حضور اقدس ﷺ باذن اللہ دور کی آواز کی سماعت فرماتے ہیں۔

دلیل نمبر 27

اللہ رب العزت نے قرآن مجید میں فرمایا:

''وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِیْنَ'' (الانبیاء 107)

ترجمہ: ''(اے حبیب مکرم ﷺ) ہم نے آپ کو تمام جہانوں کے لئے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔''

اس آیت کریمہ کی فخر المحدثین، غزالی زماں، علامہ احمد سعید کاظمی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے بہت جامع تفسیر فرمائی ہے۔ آپ کی تفسیر کو من وعن نقل کرنے کی سعادت

حاصل کرتا ہوں۔

جب حضور اقدس ﷺ کا تمام عالمین کے لئے راحم ہونا ثابت ہوگیا تو راحماء للعالمین ہونے کے لوازمات ومناسبات بھی ثابت ہوگئے۔ کیونکہ قاعدہ کلیہ ہے کہ ''اذا ثبت الشیء ثبت بجمیع لوازمه'' جب کوئی چیز ثابت ہوتی ہے تو اپنے تمام لوازمات کے ساتھ ثابت ہوتی ہے۔

کسی پر رحم کرنے کے لئے چار باتیں لازم ہیں۔

نمبر1: سب سے پہلے تو یہ امر لازم ہے کہ رحم کرنے والا زندہ ہو مردہ نہ ہو۔ کیونکہ مردہ رحم نہیں کرسکتا۔ وہ خود رحم کا طالب اور مستحق ہوتا ہے۔ لہٰذا اگر حضور ﷺ معاذ اللہ زندہ نہ ہوں تو راحما للعالمین نہیں ہوسکتے۔ جب آیت قرآنیہ سے حضور ﷺ کا راحماً للعالمین ہونا ثابت ہوگیا تو حضور ﷺ کا زندہ ہونا بھی ثابت ہوگیا۔

نمبر2: دوسری بات یہ ہے کہ صرف زندہ ہونے سے کسی پر رحم نہیں کیا جاسکتا جب تک رحم کرنے والا مرحوم کے حال کا عالم نہ ہو کیونکہ بے خبر کسی پر کیا رحم کرے گا۔ اس کی مثال ایسی ہے کہ فرض کیجئے زید انتہائی مظلوم ہے اور چاہتا ہے کہ کوئی شخص اس پر رحم کر کے ظالم سے اسے بچائے۔ اس خواہش کو دل میں لے کر وہ عمرو کے پاس جاتا ہے۔ اور اس سے رحم کی درخواست کرتا ہے عمرو اس کی درخواست کو سن لیتا ہے۔ مگر اسے کچھ معلوم نہیں کہ اس کا حال کیا ہے؟ وہ نہیں جانتا کہ یہ کس مصیبت میں مبتلا ہے اور کس نوعیت کے رحم کا طالب ہے اس لیے وہ اس سے دریافت کرتا ہے کہ تمہیں کیا تکلیف ہے اور تم کس طرح کی مہربانی چاہتے ہو۔ اب اگر زید اسے اپنا حال نہ بتائے اور یہی کہتا رہے کہ

آپ میرا حال نہ پوچھیئے بس مجھ پر رحم کر دیجئے تو کیا عمرو اس پر رحم کر سکتا ہے؟ نہیں اور یقیناً نہیں۔ جب تک وہ اپنا حال نہ بتائے اور عمرو اس کے حالات سے پوری طرح باخبر نہ ہو۔ اس وقت تک وہ اس پر قطعاً رحم نہیں کر سکتا۔ آیت قرآنیہ کی روشنی میں حضور ﷺ راحما لعالمین ہیں تو جب تک حضور ﷺ تمام عالمین کا ماسوی اللہ جمیع کائنات ومخلوقات کے حالات کو نہ جانیں اور جمیع ما کان و ما یکون کا علم حضور ﷺ کو نہ ہو اس وقت تک حضور ﷺ راحما للعالمین نہیں ہو سکتے۔ جب حضور ﷺ کا راحما لعالمین ہونا ثابت ہے تو تمام کائنات کے احوال کا عالم ہونا بھی ثابت ہو گیا۔

نمبر3: تیسری بات یہ ہے کہ صرف عالم ہونے سے بھی کسی پر رحم نہیں کیا جا سکتا جب تک کہ رحم کرنے والا مرحوم تک اپنی رحمت ونعمت پہنچانے کی قدرت واختیار نہ رکھتا ہو۔ مثال کے طور پر ایک شخص شب وروز ہمارے پاس مقیم ہے۔ وہ دن رات اللہ تعالیٰ کی عبادت وطاعت میں مشغول رہتا ہے اور عبادت و ریاضت کرتے کرتے وہ اس قدر ضعیف وناتوان ہو گیا ہے کہ اس کے لئے چلنا پھرنا اور اٹھنا، بیٹھنا تک دشوار ہو گیا ہے۔ اگر ایسے شخص کو ڈاکہ زنی اور قتل وغارت کے الزام میں پکڑ کر تختہ پر لٹکایا جائے اور وہ بے گناہ اس وقت ہم سے رحم کی درخواست کرتے ہوئے کہے کہ آپ خوب جانتے ہیں کہ میں بے گناہ ہوں آپ مجھ پر رحم کیوں نہیں کرتے تو ہم اسے یہی جواب دیں گے کہ واقعی ہم آپ کے حال سے اچھی طرح باخبر ہیں اور خوب جانتے ہیں کہ آپ بے گناہ ہیں مگر فقط جاننے سے کیا ہوتا ہے؟ ہمارے پاس وہ قدرت نہیں کہ آپ کو تختہ دار سے بچالیں۔ اپنی رحمت آپ تک پہنچانے کا جب تک ہمیں

اختیار نہ ہو اور قدرت نہ پائی جائے اس وقت تک ہم آپ پر رحم نہیں کر سکتے۔ معلوم ہوا قدرت واختیار کا ہونا بھی رحم کرنے کے لئے ضروری ہے۔ جب حضور ﷺ تمام مخلوقات اور کل کائنات کے لئے علی الاطلاق راحم ہیں تو ہر ذرہ کائنات تک رحمت ونعمت پہنچانے کی قدرت واختیار بھی حضور ﷺ کے لئے حاصل ہے۔

نمبر4: چوتھی بات یہ ہے کہ صرف قدرت واختیار سے بھی کام نہیں چلتا۔ کسی پر رحم کرنے کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ رحم کرنے والا مرحوم کے قریب ہو اور مرحوم، راحم کے قریب ہو۔ اس بات کو ایک مثال کے ذریعے یوں سمجھیئے کہ مثلاً آپ تین فرلانگ کے فاصلہ پر کھڑے ہیں اچانک کیا دیکھتے ہیں کہ ایک خونخوار دشمن نے آپ کے مخلص دوست پر حملہ کر دیا وہ چلا کر آپ سے رحم کی درخواست کرنے لگا۔ آپ اسکی مدد کے لئے دوڑے اور خلوص قلب سے اس پر رحم کرنے کے لئے آگے بڑھے مگر آپ کے پہنچنے سے پہلے ہی دشمن نے اسے ہلاک کر دیا۔ اب غور کریں۔ آپ زندہ بھی ہیں اور اس دوست کو بچشم خود ملاحظہ بھی فرما رہے ہیں اور اس کے حال کے بھی عالم ہیں، رحم کرنے کی قدرت اور طاقت بھی آپ کے اندر پائی جاتی ہے۔ آپ اپنے اختیار سے رحم کر سکتے ہیں لیکن صرف اس وجہ سے کہ وہ مخلص دوست آپ سے دور ہے اور آپ اس سے دور ہیں۔ آپ اپنی حیات، قدرت واختیار کے باوجود بھی اس پر رحم نہیں کر سکتے ہیں۔ معلوم ہوا کہ رحم کرنے والے کے لئے راحم کا مرحوم سے قریب ہونا بھی ضروری ہے۔

جب آیت قرآنیہ سے رسول اللہ ﷺ کے لئے تمام جہانوں اور مخلوقات کے

ہر ذرے کے لئے راحم ہونا ثابت ہوگیا تو یہ امر بھی واضح ہو گیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنی روحانیت ونوازیت کے ساتھ تمام کائنات کے قریب ہیں اور ساری کائنات حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے قریب ہے۔

جس طرح حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان عالی شان ہے۔

”ان اللہ رفع لی الدنیا فانا انظر الیھا و الی ما ھو کائن فیھا الی یوم القیامۃ کانما انظر الی کفی ھذہ“

ترجمہ: ”بیشک اللہ جل مجدہ نے میرے لئے دنیا کے حجاب اور پردے اٹھا دیے ہیں۔ پس میں دنیا کیطرف اور جو کچھ اس دنیا میں قیامت تک ہونے والا ہے اس کی طرف ایسے دیکھ رہا ہوں جیسے اپنے ہاتھ کی ہتھیلی۔“

ایک شبہ کا ازالہ

اگر یہاں یہ شبہ پیدا کیا جائے کہ ایک ذات تمام جہانوں کے قریب کیسے ہو سکتی ہے؟ ایک فرد کسی ایک سے قریب ہوگا تو اس کے علاوہ باقی سے دور ہوگا۔ یہ کس طرح ممکن ہے کہ فرد واحد افراد کائنات میں سے ہر فرد کے قریب ہو۔

تو اس کا جواب یہ ہے کہ جن دو کے درمیان نزدیکی متصور ہے اگر وہ دونوں کثیف ہوں تو واقعی ایسا ہی ہوگا کہ فرد واحد افراد مختلفہ فی الزمان والمکان سے بیک وقت قریب نہیں ہوسکتا۔ اور اگر دونوں لطیف ہوں یا دونوں میں سے کوئی ایک لطیف ہو تو جو لطیف ہوگا وہ بیک وقت تمام موجودات کائنات سے قریب ہوسکتا ہے جس سے کوئی شرعی یا عقلی استحالہ لازم نہیں ہوتا۔ دیکھئے ایک ہی قرآن سارے جہان میں پایا

جاتا ہے۔ مشرق ومغرب، شمال وجنوب، افریقہ وامریکہ، چین وجاپان میں ہر مسلمان حافظ قرآن کے سینے میں ایک ہی قرآن ہے اور وہ ایک ہونے کے باوجود سب سے قریب ہے۔ عالم محسوسات میں شکل وصورت اور آواز ہی کو لے لیجئے کہ ایک شکل ایک صورت اور ایک ہی آواز بے شمار دیکھنے اور سننے والوں سے قریب ہے ایک بولنے والے کی آواز تمام سامعین کے کانوں میں پہنچتی ہے اور ایک ہی شکل وصورت سب دیکھنے والوں کی آنکھوں اور دماغوں میں پائی جاتی ہے۔ اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ اگر چہ حافظان قرآن کثیف ہیں اسی طرح سننے دیکھنے والے انسان بھی کثافت سے متصف ہیں۔ لیکن قرآن، شکل وصورت اور آواز یہ سب چیزیں لطیف ہیں اس لیے سب کے قریب ہیں کسی سے دور نہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی لطافت اتنی قوی اور ارفع و اعلیٰ ہے جس کی شان کو کائنات ومخلوقات کی کوئی لطیف سے لطیف چیز بھی نہیں پہنچ سکتی۔ اس لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا تمام افراد کائنات سے قریب ہونا بالکل واضح اور روشن ہے۔ ہم کثیف سہی لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم تو لطیف ہیں۔ لہذا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ہم سب سے قریب ہونا کوئی امر دشوار نہیں۔ الی آخر الکلام

(مقالات کاظمی جلد 1 ص 103-100 مکتبہ ضیائیہ راولپنڈی پاکستان)

دلیل نمبر 28

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا امت کی جانوں سے بھی قریب ہونا

اللہ رب العزت نے قرآن مجید، فرقان حمید میں ارشاد فرمایا:

”اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِھِمْ“ (الاحزاب 6)

ترجمہ: ”نبی (کریم صلی اللہ علیہ وسلم) مسلمانوں کی جانوں سے بھی زیادہ ان کے

قریب ہیں۔"

اس آیت کریم میں لفظ"اولیٰ" کی متعدد تفاسیر وتعبیرات ہیں جس میں ایک تفسیر لفظ اولیٰ کی"اقرب" کے ساتھ بھی ہے۔ چنانچہ سید محمود آلوسی حنفی روح المعانی میں فرماتے ہیں کہ

"(النبی اولی) ای احق و اقرب الیهم" (من انفسهم)

(تفسیر روح المعانی، ج21 ص202 دار احیاء التراث العربی بیروت)

ترجمہ: "نبی کریم ﷺ کے اولیٰ ہونے کا مطلب ہے کہ سرکار ﷺ ایمان والوں کی جانوں کے ان سے بڑھ کر حق دار ہیں اور ایمان والوں کی جانوں سے بھی بڑھ کر قریب ہیں۔"

محقق علی الاطلاق شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں:

"روئے مبارک سوئے یاران کرد و فرمود "الستم تعلمون انی اولی بالمومنین من انفسهم" نمے دانید شما کہ نزدیک تر و دوسترم بمومناں از ذات ہائے ایشاں چناں کہ در قرآن مجید ہم مذکور ست۔ ...قالوا بلی گفتند صحابہ آرے تو نزدیک ترین و دوست ترین بمومناں ہستی از نفوس ایشاں" (مدراج النبوۃ جلد2 ص401)

ترجمہ: "جب حضور اقدس ﷺ منزل غدیر خم پر پہنچے صحابہ کرام کی طرف رخ انور فرمایا اور ارشاد فرمایا کیا تم نہیں جانتے کہ بے شک میں مومنوں سے بہ نسبت ان کے جانوں کے زیادہ نزدیک اور زیادہ دوست ہوں۔ جیسا کہ قرآن مجید میں بھی مذکور ہے کہ "نبی مومنوں سے بہ نسبت ان کی جانوں کے زیادہ نزدیک ہے۔ صحابہ نے عرض کی جی

ہاں یا رسول اللہ ﷺ آپ مومنوں سے بہ نسبت ان کی جانوں کے زیادہ نزدیک اور زیادہ دوست ہیں۔"

نیز شیخ محقق فرماتے ہیں:

"النبی اولی بالمومنین میں انفسهم"

"پیغمبر نزدیک تر است بمومناں از ذات ہائے ایشاں"

(مدارج النبوۃ جلد1 ص81)

بانی مدرسہ دیوبند قاسم نانوتوی نے لکھا:

"النبی اولی بالمومنین من انفسهم جس کے یہ معنی ہیں کہ نبی زیادہ نزدیک ہے مومنوں کے بہ نسبت ان کی جانوں کے۔ یعنی ان کی جانیں ان سے اتنی نزدیک نہیں جتنا نبی ان سے نزدیک ہے۔ اصل معنی اولی کے اقرب ہیں" (آب حیات ص58)

نیز قاسم نانوتوی نے ایک دوسرے مقام پر لکھا:

"النبی اولی بالمومنین من انفسهم گو بعد لحاظ صلہ "من انفسهم" کے دیکھیے تو یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو اپنی امت کے ساتھ وہ قرب حاصل ہے کہ ان کی جانوں کو بھی ان کے ساتھ حاصل نہیں۔ کیونکہ اولی بمعنی اقرب ہوا۔" (تحذیر الناس ص10)

مصباح اللغات جو کہ مکتب دیوبند کے کئی فضلاء کی مجموعی کاوشوں کا نتیجہ ہے اس میں "ولی" کا معنی قریب ہونا لکھا ہے۔ اس اعتبار سے بھی اولی بمعنی اقرب ہے۔ اولی بمعنی اقرب ہونے پر یہ حدیث بھی دلیل ہے۔ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"ان اولی الناس بی المتقون من کانوا و حیث کانوا"

(مسند احمد جلد5 ص235، مشکوٰۃ المصابیح کتاب الرقاق فصل 3 ص 446)

ترجمہ: "میرے بہت زیادہ قریب وہ لوگ ہیں جو متقی ہیں۔ جو ہوں اور جہاں ہوں۔"

قارئین کرام! یہاں تک متعدد محققین، لغت اور حدیث کی رو سے ثابت ہوا کہ اولیٰ کا ایک معنیٰ اقرب ہے۔ بلکہ بانی مدرسہ دیوبند نے تو یہاں تک کہہ دیا کہ اصل معنیٰ اولیٰ کے اقرب کے ہیں۔ سو جب حضور اقدس ﷺ مومنین کو ان کی جانوں سے بھی بڑھ کر قریب ہیں اور آپ اور آپ کی امت میں معنوی اور روحانی اعتبار سے کوئی فاصلہ، دوری اور بعد ہے ہی نہیں تو حضور اقدس ﷺ کے ظاہری اور جسمانی اعتبار سے سماع عن البعید یعنی دور سے سننے پر کیا استحالہ لازم آتا ہے؟ کیونکہ حقیقت میں سامع روح ہے۔ اور جب روحانی اعتبار سے حضور اقدس ﷺ اپنی امت کے قریب ہیں، دور نہیں ہیں تو معلوم ہوا کہ حضور اقدس ﷺ آج بھی قبر انور میں اپنے امتیوں کے صلوٰۃ وسلام کو باذن اللہ عزوجل اسی طرح سماعت فرماتے ہیں جیسا کہ اپنی ظاہری حیات طیبہ میں صحابہ کرام کی قریب کی آواز کو سماعت فرماتے تھے۔

والحمدللہ علیٰ ذلک۔

اور اپنی امت کے ساتھ یہ قرب ونزدیکی صرف دنیا کی زندگی میں نہیں بلکہ ہمیشہ کے لئے ہیں۔ چنانچہ حدیث صحیح ہے۔

"عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، عن النبی ﷺ قال

"مامن مومن الا و انا اولی الناس بہ فی الدنیا والاخرۃ۔

اقرووا ان شئتم" (النبی اولی بالمومنین من انفسھم)

(صحیح بخاری کتاب التفسیر سورۃ الاحزاب رقم الحدیث 4781 دارالکتاب العربی بیروت)

ترجمہ: "کوئی مومن نہیں مگر میں دنیا اور آخرت میں تمام لوگوں کی بہ نسبت اس سے زیادہ قریب ہوں۔"

دلیل نمبر 29

حضور اقدس ﷺ کے برہان مطلق ہونے سے استدلال

اللہ رب العزت نے قرآن مجید میں اپنے حبیب مکرم ﷺ کی عظمت بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا۔

"یٰٓاَیُّھَاالنَّاسُ قَدْ جَآءَ کُمْ بُرْھَانٌ مِّنْ رَّبِّکُمْ" (النسآء۔174)

ترجمہ: "اے لوگو! بے شک تمہارے پاس تمہارے رب (عزوجل) کی طرف سے برہان مطلق آ گیا۔"

اس آیت کریمہ سے حضور اقدس ﷺ کے سماع عن البعید پر استدلال کو سمجھنے سے پہلے تمہیداً یہ جان لیں کہ ہر زمانے میں جس فن وکمال کا عروج وشہرہ ہوتا اللہ رب العزت اس وقت کے نبی کو اسی صنف کا کمال ومعجزہ عطا فرماتا۔ وہ نبی اس معجزہ کیساتھ ان لوگوں کو تحدی وچیلنج کرتا جو اس وقت اس فن وکمال میں یدطولیٰ ومہارت کاملہ رکھتے۔ اور جب نبی کا معجزہ وکمال ان کے فن اور کمال پر غالب آ جاتا اور وہ نبی کے سامنے عاجز وبے بس ہو جاتے تو یہ بات نبی کی نبوت وصداقت پر بین دلیل وواضح برہان قرار پاتی اور اہل عقل ادنیٰ تامل سے اس حقیقت کا ادراک کر لیتے کہ جب یہ سب مل کر بھی اس فرد واحد کے کمال کا مقابلہ نہیں کر سکے تو لامحالہ اس کمال کی تائید میں غیبی قوت کارفرما ہے۔ اور یہ اللہ عزوجل کی طرف سے سچا رسول ونبی ہے۔ چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ اقدس میں سحر یعنی جادو کا فن نقطہ کمال پر تھا۔ ایک سے بڑھ

کرایک ماہر جادوگر موجود تھا۔ اللہ رب العزت نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اسی صنف کا کمال عطا فرمایا۔ جس کا ذکر قرآن مجید کے متعدد مقامات پر ہے۔ چنانچہ ارشاد ربانی ہے۔

"فَأَلْقٰى عَصَاهُ فَإِذَا هِيَ ثُعْبَانٌ مُّبِينٌ" (الاعراف۔107)

ترجمہ: "پس موسیٰ (علیہ السلام) نے اپنا عصا پھینکا تو وہ واضح اژدھا بن گیا۔"

اور جب حضرت موسیٰ علیہ السلام دربار فرعون میں پیغام دعوت توحید لے کر گئے تو اس نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دعوت کو نہ صرف یہ کہہ کر مسترد کر دیا بلکہ آپ کو زیرنگین کرنے کے لئے ملک کے طول وعرض سے تقریباً ستر ہزار ماہر جادوگر طلب کیے۔ مقررہ وقت پر حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ان ستر ہزار ماہر جادوگروں سے مقابلہ ہوا۔ انہوں نے اپنی رسیاں ڈنڈے پھینکے اور اپنے جادو کا اظہار کیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے باذن اللہ اپنے معجزہ کا اظہار فرمایا اور آپ نے اپنا عصا مبارک پھینکا جو ایک بہت بڑے اژدھے کی صورت میں تبدیل ہوا اور اس نے ان تمام رسیوں اور لکڑیوں کو نگل لیا۔ یہ معجزہ دیکھ کر وہ جادوگر جو فرعون کی تائید، کفر کے غلبہ کے لیے اور حق کے استیصال کے لئے آئے تھے، انگشت بدنداں رہ گئے۔ اور قسمت میں چونکہ ایمان تھا لہذا ادنیٰ تامل سے ان پر یہ حقیقت منکشف ہوگئی کہ جس کا مقابلہ ہم ستر ہزار ماہر جادوگر بھی مل کر نہ کر سکے یقیناً وہ اللہ رب العزت کے سچے رسول وپیغمبر ہیں۔ وہ سب کے سب حضرت موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لے آئے۔ اسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانہ اقدس میں فن طب نقطہ کمال پر تھا۔ ایک سے بڑھ کر ایک ماہر اطباء موجود تھے لہٰذا اللہ رب العزت نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اسی صنف کا معجزہ عطا فرمایا۔ اور ایسا کہ تمام اطباء اس فن کے اظہار سے عاجز ہوگئے۔ چنانچہ قرآن مجید میں اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا:

"وَإِذْ تَخْلُقُ مِنَ الطِّينِ كَهَيْئَةِ الطَّيْرِ بِإِذْنِي فَتَنفُخُ فِيهَا فَيَكُونُ طَيْرًا بِإِذْنِي وَتُبْرِئُ الْأَكْمَهَ وَالْأَبْرَصَ بِإِذْنِي وَإِذْ تُخْرِجُ الْمَوْتٰى بِإِذْنِي" (سورۃ المائدۃ۔110)

ترجمہ: "اور جب آپ بناتے مٹی سے پرندے کی صورت پس آپ اس میں پھونکتے تو وہ میرے اذن سے پرندہ بن جاتا۔ اور آپ شفاء دیتے مادر زاد اندھے اور برص کے مریض کو میرے اذن سے اور جب آپ مردوں کو زندہ کرتے میرے اذن سے۔"

اس طرح کی بہت سی مثالیں پیش کی جاسکتی ہیں لیکن ان مثالوں سے یہ حقیقت واضح ہوگئی کہ نبی کا کمال اور معجزہ، امت کے جملہ فنون وکمالات پر حاوی اور غالب ہوتا ہے۔ اور اسی معنیٰ میں نبی کے کمال کو معجزہ (یعنی عاجز کر دینے والا کام) کہتے ہیں۔ اس حقیقت کو ذہن نشین کرنے کے بعد یہ سمجھ لیجئے کہ سرکار دو عالم ﷺ خاتم النبیین ہیں آپ کے بعد قیامت تک کوئی دوسرا نیا نبی نہیں آسکتا ہے۔ اس لیے آپ قیامت تک بنی نوع انسان بلکہ جملہ مخلوقات وموجودات کے نبی اور رسول ہیں۔ اللہ رب العزت نے آپ کی نبوت ورسالت کو وہ ہمہ گیریت اور کلیت عطا فرمائی ہے کہ موجودات ومخلوقات کا کوئی فرد اس سے خارج نہیں۔ اور یہ مضمون قرآن وحدیث کی متعدد نصوص میں موجود ہے۔ چنانچہ ارشاد ربانی ہے:

1- مَا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِّن رِّجَالِكُمْ وَلٰكِن رَّسُولَ اللهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ۔ (الاحزاب۔40)

ترجمہ: "(حضرت) محمد (ﷺ) تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں لیکن وہ اللہ (عزوجل) کے رسول اور تمام نبیوں میں آخری ہیں۔"

2- وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ۔ (الانبیاء۔107)

ترجمہ: ''اے حبیب مکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) ہم نے آپ کو تمام جہانوں کے لئے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔''

3- تَبٰرَكَ الَّذِيْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰى عَبْدِهٖ لِيَكُوْنَ لِلْعٰلَمِيْنَ نَذِيْرًا۔

(الفرقان۔1)

ترجمہ: ''بڑی برکت والا ہے وہ جس نے فرقان کو اپنے بندہ خاص پر نازل فرمایا۔ تاکہ وہ تمام جہانوں کو ڈرانے والا ہو جائے۔''

4- يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعًا۔ (الاعراف۔158)

ترجمہ: ''اے لوگو! میں تم سب کی طرف اللہ کا رسول ہوں۔''

اور حدیث پاک میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''انا خاتم النبین لانبی بعدی''

(سنن ترمذی کتاب الفتن باب ما جآء لا تقوم الساعة حتی یخرج کذابون رقم الحدیث 2217 دارالمعرفه بیروت، سنن ابوداؤد کتاب الفتن باب ذکر الفتن رقم الحدیث4252 دارالسلام ریاض، سنن ابن ماجه کتاب الفتن باب ما یکون من الفتن رقم الحدیث3952، مصنف ابن ابی شیبه رقم الحدیث 3565، المستدرك رقم الحدیث8390، المعجم الاوسط رقم الحدیث397)

ترجمہ: ''میں خاتم النبین ہوں میرے بعد کوئی نبی نہیں۔''

نیز فرمایا:

''ارسلت الی الخلق کافة''

(صحیح مسلم کتاب المساجد رقم الحدیث523، جامع ترمذی کتاب السیر باب ما جآء فی الغیمة رقم الحدیث1553)

ترجمہ: ''مجھے تمام مخلوق کی طرف رسول بنا کر بھیجا گیا ہے۔''

سو قیامت تک آپ کی امت میں علوم و فنون کا ارتقاء ہو یا کمال میں نقطہ

عروج۔ امت خواہ امت اجابت ہو یا دعوت۔ نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے جملہ معجزات و کمالات اور علوم و معارف کے اعتبار سے ہمیشہ کے لئے سب پر حاوی و غالب ہیں۔ چنانچہ سائنس نے ترقی کی اور حضرت انسان کو چاند تک پہنچا دیا۔ لیکن میرے مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے چودہ سو سال پہلے جب کہ سائنسی ترقی کا نام و نشان تک نہ تھا کائنات سماوی کی سیر فرمائی اور یہ چاند تو آپ کی گرد نورانی میں چھپ گیا۔ علیٰ ھذا القیاس حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اپنی ہر صفت معجزانہ کے اعتبار سے امت کے تمام کمالات پر غالب ہیں۔ اس لیے کہ اللہ رب العزت نے آپ کو برھان مطلق، سراپا معجزہ و کمال قرار دیا۔ پہلے انبیاء علیہم السلام کی نبوت و رسالت کا دائرہ کار چونکہ محدود تھا لہذا ان کو معجزات بھی محدود و معدود عطا فرمائے۔ لیکن مصطفےٰ جان رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ نبوت جہات و سمات کے تعین سے ناآشنا ہے۔ لہذا اللہ رب العزت اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو گنے چنے، محدود و معدود معجزات عطا نہیں فرمائے بلکہ سراپا معجزہ و کمال اور برھان مطلق بنا دیا۔ آپ کی سماعت بھی معجزہ بنا دی۔ چونکہ رب کائنات کو معلوم تھا کہ میرے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں یہ کمال ظاہر ہوگا کہ وہ سائنسی آلات و ارتقاء کے ذریعے لاکھوں میل دور کی آواز کو بالکل قریب سے سنیں گے۔ سو اگر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی سماعت کا دائرہ کار عام انسانوں کی طرح محدود ہوتا تو اس سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی امت پر اس صفت کے اعتبار سے اعجازی و انفرادی شان کیسے ظاہر ہوتی؟ امت پر اس کمال کے اعتبار سے غلبہ کیسے ظاہر ہوتا؟ لہذا ماننا پڑے گا کہ جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اپنے امت کے تمام کمالات پر حاوی و غالب ہیں۔ تو یقیناً اس کمال پر بھی حاوی و غالب ہیں اور کہا جا سکتا ہے کہ سائنس نے دربدر کی ٹھوکریں کھا کر مختلف تحقیقی مراحل و ادوار طے کر کے مادی آلات کے ذریعے آج جب تاریخ انسانیت کا بہت سا حصہ گزر گیا۔ یہ کمال حاصل کیا ہے۔ کہ اس

نے موبائل ٹیلی فون، ٹیلی ویژن وغیرہ کے ذریعے دور کی آواز کو باسانی سنوا دیا۔ اور وہ بھی کبھی لائٹ نہیں تو رابطہ منقطع۔ کبھی سگنل نہیں تو رابطہ منقطع اور یہ رابطہ بھی صرف زمینی حدود بلکہ اس کے بھی بعض حصوں تک محدود ہے۔ لیکن ذرا مصطفیٰ کریم ﷺ کی سماعت اقدس کا، عجز تو ملاحظہ فرمائیں کہ چودہ سو سال پہلے جب کہ سائنسی تحقیق و ترقی کا نام و نشان تک نہ تھا۔ بغیر مادی و سائنسی آلات کے زمین پر تشریف فرما ہو کر ملکوتی وسماوی کائنات کی آوازوں کو سماعت کیا۔ آسمانوں پر تشریف لے گئے تو زمینی آوازوں کو جنت میں سماعت فرما لیا۔ واضح فرما دیا کہ میری سماعت اقدس کو میرے رب عزوجل نے اتنا قوی و وسیع کر دیا ہے کہ میرا امتی، شرق تا غرب شمال تا جنوب، تحت تا فوق جہاں سے بھی مجھ پر ہدیہ درود و سلام پیش کرتا ہے تو میں بنفس نفیس اس کے درود و سلام کو سماعت کرتا ہوں۔ سو وہ لوگ جو آج کے اس سائنسی دور میں بھی سماعت مصطفیٰ ﷺ کی تنقیص و تحدید و تعیین کے در پے ہیں اور اپنی عقل کے ناقص و محدود معیار سے حضور اقدس ﷺ کی عظمت صفات کا تعین کرتے ہیں وہ آج کی اس مادی و سائنسی ترقی کے مقابلہ حضور اقدس ﷺ کی برتری، فوقیت، کمال اور غلبہ کس طرح ثابت کریں گے؟

دلیل نمبر 30

آسمانوں کی آواز کو سماعت فرمانا

"عن ابی ذر قال، قال رسول اللہ ﷺ انی اری مالا ترون و اسمع ما لا تسمعون، اطت السماء و حق لها ان تئط ما فیها موضع اربع اصابع الا و ملك واضع جبهته

ساجدا للہ، واللہ لو تعلمون مااعلم لضحکتم قلیلا و لبکیتم کثیرا"

(سنن الترمذی کتاب الزهد باب فی قول النبی ﷺ لو تعلمون ما اعلم رقم الحدیث 2312 دارالمعرفہ بیروت، سنن ابن ماجہ کتاب الزهد باب الحزن والبکاء رقم الحدیث 4190 دارالسلام ریاض)

ترجمہ: ''حضرت ابوذر ؓ روایت کرتے ہیں کہ نبی مکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''بیشک میں وہ دیکھتا ہوں جو تم نہیں دیکھتے اور میں وہ سنتا ہوں جو تم نہیں سنتے۔ (دلیل یہ ہے) کہ آسمانوں سے چڑ چڑانے کی آواز آئی ہے اور حق بھی یہ ہے کہ وہ چڑ چڑائے کیونکہ اس میں ایک چار انگل کے برابر جگہ ایسی نہیں جہاں کوئی فرشتہ اللہ رب العزت کے حضور سجدہ ریز نہ ہو۔ خدا عزوجل کی قسم! اگر تم وہ جان لو جو میں جانتا ہوں تو ضرور کم ہنسو اور زیادہ رو وگے۔''

قارئین کرام! مدار ایمان، اساس دین، اور بنیاد اسلام، حضور نبی مکرم ﷺ کی محبت ہے چنانچہ حدیث صحیح میں ہے۔

عن انس ؓ قال قال النبی ﷺ: "لا یؤمن احدکم حتی اکون احب الیه من والده وولده والناس اجمعین" (متفق علیه)

(صحیح بخاری کتاب الایمان باب: حب الرسول ﷺ من الایمان رقم الحدیث 15، دارالکتاب العربی بیروت، صحیح مسلم کتاب الایمان باب وجوب محبة الرسول ﷺ رقم الحدیث 44، دارالکتب العربی بیروت)

ترجمہ: ''حضرت انس ؓ سے مروی ہے کہ حضور نبی مکرم ﷺ نے فرمایا: تم میں سے کوئی اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ میں اسے اس کے والد، اس کی اولاد اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہو

جاؤں۔" (یہ حدیث متفق علیہ ہے)

مغز قرآں، روح ایمان، جان دین
ہست حب رحمۃ للعالمین ﷺ
بمصطفٰے برساں خویش راکہ دین ہمہ اوست
گربا د نر سیدی تمام بوھبی ایست

اور حضور نبی مکرم ﷺ کی محبت اور آپ کے عشق میں وارفتگی یہ تب پیدا ہوگی جب سرکار دو عالم ﷺ کے خداداد کمالات، معجزات، محامد ومحاسن اور عظمتوں پر محکم اور غیر متزلزل ایمان ہو۔ آپ کو آپ کی ذات وصفات میں بے مثل، بے مثال، یکتا، منفرد اور شان اعجازی وانفرادی سے متصف سمجھا جائے اور اگر العیاذ باللہ آپ ﷺ کی مثلیت اور برابری کا تصور ذہن میں آ گیا تو نہ ہی عظمت مصطفےٰ ﷺ کا عقیدہ دلوں میں محکم ہوگا اور نہ ہی آپ کی محبت اور اس کی نتیجہ میں ایمان دلوں میں برقرار رہے گا۔ اس لیے سرکار دو عالم ﷺ نے متعدد مقامات پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے سامنے اپنی شان یکتائی، انفرادیت اور بے مثلیت کو بیان فرمایا۔

چنانچہ حدیث پاک ہے:

عن ابن عمر رضی اللہ عنہما قال: "نھی رسول اللہ ﷺ عن الوصال، قالوا انك تواصل! قال انی لست مثلکم۔ انی اطعم واسقی" وفی روایة ایکم مثلی، انی ابیت عند ربی فیطعمنی و یسقین وفی روایة انی لست کھیئتکم۔

(صحیح بخاری کتاب الصوم باب الوصال رقم الحدیث 1861، دارالکتاب العربی بیروت، صحیح بخاری1863،1864،6869،6814، صحیح مسلم کتاب الصیام باب النھی عن الوصال فی الصوم رقم الحدیث 1102، صحیح مسلم 1103،1104،1105، سنن ابی داؤد، کتاب الصوم باب فی الوصال رقم الحدیث 2360، دارالسلام ریاض، موطا امام مالک 668، سنن نسائی الکبری3263، صحیح ابن حبان 3575، سنن بیھقی 8157، مصنف ابن ابی شیبہ 9587، مصنف عبدالرزاق 7755، مسند احمد بن حنبل 5795، مسند دارمی 1703، مسند ابو یعلیٰ 3282)

ترجمہ: "حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے صوم وصال (یعنی بغیر سحری وافطاری کے مسلسل روزے) رکھنے سے منع فرمایا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ آپ ﷺ تو وصال کے روزے رکھتے ہیں۔ فرمایا میں ہرگز تمہاری مثل نہیں ہوں۔ مجھے تو کھلایا اور پلایا جاتا ہے۔"

ایک روایت میں ہے۔ تم میں کون میری مثل ہے۔ بے شک میں رات اپنے رب عزوجل کے پاس گزارتا ہوں پس وہ مجھے کھلاتا اور پلاتا ہے۔

اور ایک روایت میں ہے کہ میرے صحابہ میں تمہاری مثل نہیں ہوں۔

اور بے شک بے مثلیت کا یہ تصور قرآن نے دیا ہے۔ چنانچہ اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا۔

"لَا تَجْعَلُوْا دُعَآءَ الرَّسُوْلِ بَيْنَكُمْ كَدُعَآءِ بَعْضِكُمْ بَعْضًا" (النور۔63)

ترجمہ: "تم اپنے درمیان رسول کی دعا کو اس طرح مت سمجھو جس طرح آپس میں ایک دوسرے کی دعا کو سمجھتے ہو۔"

معلوم ہوا کہ جب ہماری دعائیں بھی حضور اقدس ﷺ کی دعا کے ساتھ برابری اور مثلیت نہیں رکھتیں تو ہماری ذات العیاذ باللہ حضور اقدس ﷺ کی مثل کس طرح ہو سکتی ہے۔ ایک اور مقام پر اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا۔

"يٰنِسَآءَ النَّبِيِّ لَسْتُنَّ كَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَآءِ" (الاحزاب۔32)

ترجمہ: "اے میرے نبی کی بیویوں! تم عام عورتوں کی مثل نہیں ہو۔"

معلوم ہوا کہ جب حضور اقدس ﷺ کے ساتھ نسبت وتعلق اور شرف زوجیت کی وجہ سے ازواج مطہرات بے مثل و بے مثال ہو گئیں تو محبوب کریم ﷺ کی اپنی ذات بے مثل و بے مثال کیونکر نہ ہو گی۔ مذکورہ حدیث میں حضور ﷺ نے اپنی تین شانوں کی یکتائیت اور بے مثلیت کو بیان فرمایا۔

1- شان بصارت

جس کو ان الفاظ سے بیان فرمایا۔ انی اری مالا ترون کہ بے شک میں وہ دیکھتا ہوں جو تم نہیں دیکھتے۔

2- شان سماعت

جس کو ان الفاظ سے بیان فرمایا: واسمع مالا تسمعون اور میں وہ سنتا ہوں جو تم نہیں سنتے۔

3- شان علم ومعرفت

جس کو ان الفاظ سے بیان فرمایا کہ واللہ لو تعلمون ما اعلم لضحکتم قلیلا و لبکیتم کثیرا کہ خدا عزوجل کی قسم! اگر تم وہ جان لو جو میں جانتا ہوں تو تم تھوڑا ہنسو اور زیادہ روؤ۔

غور فرمائیں! کہ اگر حضور اقدس ﷺ بھی عام انسانوں کی طرح فقط قریب کی اور محسوس اشیاء کو دیکھتے یا فقط قریب کی آواز کو سماعت فرماتے یا حضور اقدس ﷺ کا علم و معرفت فقط علم شہادت تک محدود ہوتا تو حضور اقدس ﷺ کی اس حدیث کے مطابق صفت سماعت و بصارت اور صفت علم ومعرفت میں یکتائیت، بے مثلیت اور انفرادیت کیسے ثابت ہو گی؟ اور بے مثلیت تب ثابت ہو گی۔ جب یہ عقیدہ رکھا جائے کہ عام لوگ تو فقط قریب کی اور محسوس چیز کو دیکھتے ہیں لیکن مصطفے جان رحمت ﷺ باذن اللہ

جس طرح قریب کی چیز کا مشاہدہ کرتے ہیں اس طرح باذن اللہ دور کی چیز کا بھی مشاہدہ فرماتے ہیں۔ عام لوگ فقط قریب کی آواز کو سن پاتے ہیں لیکن حضور ﷺ باذن اللہ عزوجل جس طرح قریب کی آواز کو باسانی سماعت فرماتے ہیں، اسی طرح دور کی آواز کو باسانی سماعت فرماتے ہیں۔ چنانچہ حضور اقدس ﷺ نے اپنے اس دعویٰ "اسمع ما لا تسمعون" پر دلیل ارشاد فرمائی۔ اگرچہ حضور اقدس ﷺ کا ہر فرمان، واجب الاذعان، واجب القبول اور واجب التصدیق ہے خواہ حضور اقدس ﷺ اپنے اس دعویٰ پر دلیل ارشاد فرمائیں یا نہ فرمائیں۔ حضور ﷺ کا فرمان سچا ہے لیکن ممکن تھا کہ کوئی آپ کے ان کمالات میں اپنے قلبی بغض وعناد کی وجہ سے تاویل وتنقیص کر دیتا۔ اس لیے حضور ﷺ نے اپنے دعویٰ پر بطور دلیل فرمایا:

اطت السمآء و حق لہا ان تئط۔

ترجمہ: ''آسمانوں سے چڑ چڑانے کی آواز آئی ہے۔''

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے کسی نے اس آواز کو نہیں سنا لیکن سرکار اقدس ﷺ نے فرش زمین پر تشریف فرما ہو کر تمام آسمانوں کے چڑ چڑانے کی آواز کو سماعت فرما لیا۔ حالانکہ زمین سے آسمان تک سینکڑوں سال کی مسافت ہے۔ تو جو محبوب ﷺ زمین پر تشریف فرما ہو کر سینکڑوں سال دور کی آواز کو سماعت فرماتے ہیں وہ چند ہزار میل دور مدینہ طیبہ میں تشریف فرما ہو کر اپنے امتی کا صلوٰۃ وسلام بھی سماعت کر سکتے ہیں۔

اعلیٰ حضرت نے فرمایا:

واللہ وہ سن لیں گے فریاد کو پہنچیں گے
اتنا بھی تو ہو کوئی جو آہ کرے دل سے

❀❀❀❀

دلیل نمبر 31

عذاب قبر کو سماعت فرمانا

عن ابی ایوب رضی اللہ عنہ قال: "خرج النبی صلی اللہ علیہ وسلم وقد وجبت الشمس فسمع صوتاً فقال یهود تعذب فی قبورها"

(صحیح بخاری کتاب الجنائز باب: التعوذ من عذاب القبر رقم لحدیث 1375، صحیح مسلم 28.29، سنن نسائی 2059، مسند ابو داؤد الطیالسی 588، مصنف ابن ابی شیبہ جلد 3 ص 375، صحیح ابن حبان 3124، المعجم الکبیر 3856، مسند احمد 23539)

ترجمہ: ''حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لائے۔ اس وقت سورج غروب ہو چکا تھا۔ پس آپ نے آواز سنی تو فرمایا یہود کو ان کی قبروں میں عذاب ہو رہا ہے۔''

ایک دوسری حدیث میں ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے پوچھا۔ اے ابوایوب! کیا تم وہ آواز سن رہے ہو جو میں سن رہا ہوں؟ میں نے عرض کیا اللہ ذوالمجد و العلیٰ اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کو ہی زیادہ علم ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ میں یہودیوں کی آوازیں سن رہا ہوں جن کو ان کی قبروں میں عذاب دیا جا رہا ہے۔ (المعجم الکبیر 3857 دار احیاء التراث، دار العربی بیروت)

اس حدیث میں نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی غیر معمولی قوت سماعت پر دلیل ہے اس لیے کہ عام لوگ قبر کے عذاب کو نہیں سن پاتے لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم قبر کے عذاب کو سماعت فرمایا۔

دلیل نمبر 32، 33، 34

جنت میں حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے قدموں کی آہٹ کو سننا

عن ابی هریرة رضی اللہ عنہ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال: "لبلال عند صلاة الفجر۔ یا بلال حدثنی بارجی عمل عملته فی الاسلام، فانی سمعت دف نعلیك بین یدی فی الجنة، قال ما عملت عملا ارجی عندی انی لم اتطهر طهورا فی ساعة لیل اونهار، الا صلیت بذلك الطهور ما کتب لی ان اصلی"

(صحیح بخاری کتاب التهجد باب فضل الطهور باللیل والنهار رقم الحدیث 1149 دار الکتاب العربی بیروت، صحیح مسلم کتاب فضائل الصحابه باب من فضائل بلال رقم الحدیث 6324، السنن الکبری للنسائی رقم الحدیث 8236، صحیح ابن خزیمه 1208، صحیح ابن حبان 7085، شرح السنه 1011، مسند احمد 8403، مسند ابو یعلی 6104، جامع المسانید لابن جوزی 4366)

ترجمہ: ''حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صبح کی نماز کے وقت حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے فرمایا مجھے یہ بتاؤ کہ تم نے اسلام میں جو عمل کیے ہیں ان میں تم کو کس عمل پر اجر کی زیادہ توقع ہے؟ کیونکہ میں نے جنت میں اپنے آگے تمہارے جوتیوں سے چلنے کی آہٹ سنی ہے۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے کہا میں نے ایسا کوئی عمل نہیں کیا جس پر مجھے زیادہ اجر ملنے کی توقع ہو۔ بے شک میں جب بھی دن یا رات کے کسی وقت میں وضو کرتا ہوں تو اس وضو سے اتنی نماز پڑھتا ہوں جو میرے لیے مقدر کی گئی ہے۔''

اس سے پہلے کی حدیث میں فرش زمین پر بیٹھ کر آسمانوں کی آواز سننے کی صراحت تھی اور اس حدیث میں تصریح ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے جنت جو کہ چھٹے آسمان میں ہے اور زمین سے تقریباً 5000 برس دور اس کی ابتداء ہے وہاں سے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے قدموں کی آہٹ کو سماعت فرمالیا۔ معلوم ہوا کہ یہ آسمان اپنی سختی وصلابت اور دوری و بعد کے باوجود بھی سماعت مصطفیٰ کریم ﷺ میں رکاوٹ اور حجاب نہیں بنتے اور حضور زمین پر ہوں تو آسمان کی آواز کو آسانی سے سماعت فرماتے ہیں اور آسمان پر ہوں تو زمین کی آواز کو آسانی سے سماعت فرماتے ہیں۔ والحمد للہ علی ذلک۔

دور و نزدیک سے سننے والے وہ کان
کان لعل کرامت پہ لاکھوں سلام

اسی طرح حضور اقدس ﷺ نے جنت میں حضرت حارثہ بن نعمان کی قراءت کو سماعت فرمایا۔

"دخلت الجنة فسمعت فيها قراء ة فقلت من هذا؟ قالوا حارثة بن نعمان"

(مسند احمد ، مسند عائشه جلد10 ص22 رقم الحديث24808، سنن نسائی کبری جلد5 ص65 رقم الحديث 8233، المستدرك رقم الحديث 4929، وقال صحيح على شرط الشيخين، حلية الاولياء جلد1 ص365، مسند الحميدى جلد1 ص136 رقم الحديث285، مسند ابويعلىٰ جلد9 ص399 رقم الحديث4425، مجمع الزوائد جلد9 ص313 رجال صحيح)

ترجمہ: ''میں جنت میں داخل ہوتو میں نے اس میں قرآن کی قراءت سنی، میں نے پوچھا یہ کون ہے؟ انہوں نے عرض کی حارثہ بن نعمان (رضی اللہ عنہ)''

نیز حضرت نعیم بن عبد اللہ نحام کی کھانسی کو بھی جنت میں سماعت فرمایا۔ اور

کیوں نہ ہو کہ جب حضور اقدس ﷺ فرش زمین پر کھڑے ہو کر اپنا دست پاک جنت تک پہنچا سکتے ہیں۔ تو جنت میں ہو کر زمین کی آواز کو کیوں نہیں سماعت فرما سکتے۔ چنانچہ حدیث پاک میں ہے۔

عن ابن عباس رضی اللہ عنہما قال خسفت الشمس علىٰ عهد رسول الله ﷺ فصلىٰ قالو ايا رسول رايناك تناول شيئا۔ ثم رايناك تكعكعت؟ قال انى رايت الجنة فتناولت منها عنقود ا ولو اخذته لا كلتم منه فا بقيت الدنيا"

(صحيح بخارى كتاب الاذان باب رفع البصر الى الامام فى الصلوة 748 دار الكتاب العربى بيروت)

ترجمہ: ''حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے عہد زریں میں سورج کو گرہن لگا تو حضور اقدس ﷺ نے نماز پڑھی صحابہ کرام نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ ہم نے آپ کو دیکھا کہ آپ کسی چیز کو پکڑ رہے ہیں تو پھر دیکھا کہ آپ پیچھے ہٹ رہے ہیں؟ فرمایا کہ میں نے جنت کو دیکھا پس میں نے اس میں سے انگوروں کا ایک خوشہ پکڑا اور اگر میں اس کو لیتا تو تم اس وقت تک کھاتے رہتے جب تک دنیا رہتی۔''

دلیل نمبر 35

جہنم میں گرنے والے پتھر کی آواز کا سننا

عن ابى هريرة رضی اللہ عنہ قال كنا مع رسول الله ﷺ اذ سمع و جبة فقال النبى ﷺ تدرون ما هذا؟ قال قلنا الله و

رسولہ اعلم۔ قال ھذا حجر رمی بہ فی النار منذ سبعین خریفا فھو یھوی فی النار الان حتی انتھی الی قعرھا"

(صحیح مسلم کتاب الجنۃ باب فی شدۃ حر نار جھنم رقم الحدیث 7167 دار الکتاب العربی بیروت، مسند احمد بن حنبل، مسند ابی ھریرۃ جلد 4 ص 427 رقم الحدیث 9074 دار الکتب العلمیۃ بیروت)

ترجمہ: ''حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر تھے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی چیز کے گرنے کی آواز سنی، تاجدار کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جانتے ہو کہ یہ آواز کیا ہے؟ ہم نے عرض کی اللہ عزوجل اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہی بہتر جانتے ہیں۔ فرمایا یہ وہ پتھر ہے جس کو ستر سال پہلے جہنم میں پھینکا گیا۔ پس وہ اب تک جہنم میں گرتا رہا۔ حتیٰ کہ اس کی گہرائی تک پہنچ گیا۔''

اس حدیث پاک سے کئی امور معلوم ہوئے۔

1- حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرش زمین پر تشریف فرما ہو کر جہنم کی تہہ میں گرنے والے پتھر کی آواز کو سماعت کیا۔ اور جہنم کی ابتداء تحت الثریٰ سے ہے۔ اور سطح زمین سے جہنم کی تہہ تک ہزاروں، لاکھوں سال کی مسافت ہے۔ غلیظ اور سخت حجابات و موانع ہیں۔ لیکن یہ سماعت اقدس کا اعجاز ہے کہ ہزار ہا رکاوٹوں، مزاحمتوں کے باوجود اس آواز کو سماعت فرمایا۔

2- نیز یہ حدیث حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے باذن اللہ عزوجل مطلع علی الغیب ہونے پر بڑی واضح دلیل ہے کیونکہ یہ بات کہ پتھر گرا دیا گیا۔ کب گرایا گیا؟ کب اور کتنے سالوں میں جہنم کی تہہ میں پہنچا اور اب پہنچا یہ سب امور غیب سے متعلق ہیں۔

دلیل نمبر 36

آسمان کے دروازہ کی آواز سماعت فرمانا

"عن ابن عباس رضی اللہ عنہما قال بینما جبریل قاعد عند النبی صلی اللہ علیہ وسلم سمع نقیضا من فوقہ، فرفع راسہ فقال: ھذا باب من السمآء فتح الیوم، لم یفتح قط الا الیوم، فنزل منہ ملک، فقال ھذا ملک نزل الی الارض، لم ینزل قط الا الیوم، فسلم و قال ابشر بنورین او تیتھما لم یوتھما نبی قبلک۔ فاتحۃ الکتاب، و خواتیم سورۃ البقرۃ۔ لن تقراء بحرف منھما الا اعطیتہ"

(صحیح مسلم کتاب صلاۃ المسافرین باب فضل الفاتحۃ رقم الحدیث 1877 دار الکتاب العربی بیروت)

ترجمہ: ''حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا کہ حضرت جبرائیل امین علیہ السلام، نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ عالی میں حاضر تھے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اوپر سے ایک آواز سنی پس آپ نے اپنے سر انور کو بلند فرمایا۔ اور فرمایا یہ آسمان کا دروازہ ہے جسے آج کھولا گیا ہے اور آج سے پہلے کبھی نہیں کھولا گیا۔ پس اس سے ایک فرشتہ اترا۔ پس فرمایا کہ یہ فرشتہ زمین کی طرف اترا ہے اور آج سے پہلے کبھی نہیں اترا۔ پس اس نے خدمت عالی میں سلام نیاز پیش کیا۔ اور عرض کی بشارت قبول فرمائیں دو نوروں کی جو آپ کو عطا فرمائے گئے، اور

آپ سے پہلے کسی نبی کو بھی نہیں دیئے گئے۔ ''فاتحۃ الکتاب اور سورۃ البقرۃ'' کا آخر۔ آپ ان میں سے کوئی حرف نہیں پڑھیں گے مگر وہ آپ کو عطا کیا جائے گا۔''

اس حدیث میں ''سمع، رفع اور قال'' کی ضمائر کے مرجع میں علماء کا اختلاف ہے۔ بعض علماء کا رجحان اس طرف ہے کہ ان ضمائر کا مرجع جبرائیل امین علیہ الصلوٰۃ والسلام اور بعض علماء کا نظریہ یہ ہے کہ یہ ضمائر حضور اقدس ﷺ کی طرف راجع ہیں۔ ثانی الذکر علماء کی قوی دلیل یہ ہے کہ ضمائر کو قریب کے مرجع کی طرف لوٹانا اولیٰ وانسب ہے، اور قریب کا مرجع حضور اقدس ﷺ کی ذات اقدس ہے۔ لیکن مرجع اگر حضور اقدس ﷺ کی ذات اقدس کو مانیں تو پھر تو بلا واسطہ حضور اقدس ﷺ کی قوت سماعت ثابت ہوتی ہے اور اگر جبرائیل امین علیہ السلام کی طرف ان ضمائر کو لوٹائیں تو پھر بھی ہمیں مضر نہیں اس لیے کہ سماع عن البعید کا وقوع تو پھر بھی ثابت ہوا بلکہ یہ بالواسطہ حضور اقدس ﷺ کی بھی وسعت سماعت پر دلیل قرار پائی۔ اس لیے کہ پیشتر عرض کیا تھا کہ جبرائیل امین علیہ السلام اپنی علو مرتبت، وجاہت اور عظمت کے باوجود حضور اقدس ﷺ کے امتی اور آپ کے وزیر اور مشیر ہیں۔ چنانچہ حدیث صحیح میں ہے۔

عن ابی سعید الخدری رضی اللہ عنہ قال قال رسول ﷺ: "ما من نبی الا ولہ وزیران من اهل السمآء و وزیران من اهل الارض فاما وزیرای من اهل السمآء فجبریل و میکائیل، واما وزیرای من اهل الارض فا بو بکر و عمر"

(جامع ترمذی کتاب المناقب باب مناقب ابی بکر و عمر رقم الحدیث 3680)

ترجمہ: ''حضرت ابو سعید الخدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے

فرمایا: ''ہر نبی کے دو وزیر آسمانوں پر ہیں اور دو وزیر زمین والوں میں سے ہیں۔ پس آسمان والوں میں میرے دو وزیر جبرائیل اور میکائیل علیہم السلام ہیں اور زمین والوں میں میرے دو وزیر ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما ہیں۔ نیز حضور اقدس ﷺ رحمۃ للعالمین، مصدر کمالات و محاسن، منبع فیوضات اور مخلوق کے جملہ کمالات و محاسن میں واسطہ عظمیٰ اور برزخ کبریٰ ہیں۔ اور یقیناً جبرائیل امین علیہ السلام کی یہ شان بھی حضور اقدس ﷺ کے توسل اور توسط سے ہے۔ تو جب آپ کے امتی اور وزیر کی قوت سماعت کا یہ عالم ہے تو آپ ﷺ کی قوت سماعت کا عالم کیا ہوگا۔ فافہم و تدبر نیز اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ حضور اقدس ﷺ کو باذن اللہ تعالیٰ یہ بھی علم ہے کہ یہ آسمان کا دروازہ آج کھلا ہے اور آج سے پہلے کبھی نہیں کھلا اور یہ فرشتہ آج زمین پر نازل ہوا ہے اور آج سے پہلے کبھی نازل نہیں ہوا اور یہ غیوب پر مطلع ہونے پر واضح دلیل ہے۔''

دلیل نمبر 37

وسعت مشاہدہ سے سماع عن البعید پر استدلال

اللہ رب العزت نے اپنے حبیب کریم ﷺ کو زمین و آسمان کے ملکوت اور موجودات و مخلوقات کا مشاہدہ کرایا، مشرق و مغرب اور روئے زمین کو آپ کے لئے سمیٹ دیا۔ اور آپ اپنے نور نبوت سے تحت و فوق، بر و بحر اور جنت و دوزخ کا اس طرح مشاہدہ فرما رہے ہیں جیسے کہ ہاتھ کی ہتھیلی نگاہ کے سامنے ہو تو دیکھنے میں دقت

اور رکاوٹ نہیں ہوتی۔ اور یہ مضمون اس قدر کثیر آیات واحادیث واقاویل میں موجود ہے جس کا احاطہ واحصا مشکل بلکہ ناممکن ہے۔ چنانچہ قاضی عیاض مالکی نے فرمایا:

بحر لایدرك قعرہ۔ (الشفاء ص208 دار ابن حزم بیروت)

ترجمہ: ''یہ ایک ایسا سمندر ہے جس کی گہرائی کا ادراک نہیں کیا جا سکتا۔''

لیکن چند احادیث اس موضوع پر ملاحظہ فرمائیں۔

1- حضرت اسماء رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے صلاۃ خسوف پڑھائی اور اللہ رب العزت کی حمد وثناء بیان کرنے کے بعد فرمایا:

"مامن شیء لم اکن اریته الا و قد رایته فی مقامی حتی الجنة والنار"

(صحیح بخاری کتاب العلم باب: من اجاب الفتیا باشارۃ الیدو الراس رقم الحدیث 86 دارالکتاب العربی بیروت، صحیح بخاری رقم الحدیث ,1061,1235,1373,2519,2520,7287 184,922,1054، صحیح مسلم کتاب الکسوف باب ما عرض علی النبی ﷺ فی صلوۃالکسوف من امر الجنة والنار رقم الحدیث 2103، دارالکتاب العربی بیروت، مصنف ابن ابی شیبه جلد2 ص468، المعجم الکبیر رقم الحدیث 316، سنن بیهقی جلد3 ص338، شرح السنة رقم الحدیث 1138، مسند ابو عوانه جلد2 ص370، صحیح ابن حبان 3114، السنن الکبری للنسائی 2189، مسند احمد36925)

ترجمہ: ''جو چیز بھی میں نے نہیں دیکھی تھی ہر اس چیز کو میں نے اپنے اس مقام پر کھڑے دیکھ لیا حتی کہ جنت اور دوزخ بھی۔''

2- حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"علمت ما فی السموت و مافی الارض"

ترجمہ: ''آسمانوں اور زمین میں جو کچھ ہے میں اسے جانتا ہوں۔''

و فی روایة فعلمت ما بین المشرق والمغرب۔

ترجمہ: ''اور ایک روایت میں ہے کہ فرمایا جو کچھ مشرق ومغرب کے مابین ہے۔ میں اسے جانتا ہوں۔''

و فی روایة فتجلیٰ لی کل شی ء و عرفت۔

ترجمہ: ''اور ایک روایت میں ہے کہ فرمایا۔ ہر چیز مجھ پر روشن ہوگئی اور میں نے اس پہچان لیا۔''

(جامع الترمذی کتاب تفسیر القرآن باب و من سورة ص۔ رقم الحدیث 3235,32,34، 3233 دارالمعرفه بیروت)

قال ابو عیسٰی هذا حدیث حسن صحیح سالت محمد بن اسماعیل عن هذا الحدیث ، فقال هذا حدیث حسن صحیح۔

ترجمہ: امام ابو عیسٰی ترمذی نے فرمایا۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے اور میں نے امام محمد بن اسماعیل بخاری سے اس حدیث کے متعلق سوال کیا تو آپ نے فرمایا یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

3- **عن ثوبان رضی اللہ عنہ قال: قال رسول ﷺ "ان اللہ زوی لی الارض فرایت مشارقها و مغاربها"**

(صحیح مسلم کتاب الفتن باب هلاك هذه الامة بعضهم ببعض رقم الحدیث 7187.7188 دارالکتاب العربی بیروت، سنن ابی داؤد کتاب الفتن، باب: ذکر الفتن و دلائلها رقم الحدیث 4252 دارالسلام ریاض، سنن الترمذی کتاب الفتن باب: ما جاء فی سوال النبی ﷺ ثلاثا فی امته رقم الحدیث 2176 دارالمعرفه بیروت، سنن ابن ماجه کتاب الفتن باب ما یکون من الفتن رقم الحدیث 3952 دارالسلام ریاض)

ترجمہ: ''حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بے شک اللہ عزوجل نے میرے لئے زمین کو سمیٹ دیا ہے۔ پس

میں نے اس کے مشارق اور مغرب کو دیکھ لیا۔"

4- علامہ نورالدین ہیثمی، امام طبرانی کے حوالے سے لکھتے ہیں:

عن عمر رضی اللہ عنہ قال: قال رسول اللہ ﷺ "ان اللہ تعالیٰ رفع لی الدنیا فانا انظر الیھا و الی ما ھو کائن فیھا الی یوم القیٰمۃ کانما انظر الی کفی ھذہ"

(مجمع الزوائد جلد8 ص287، حلیۃ الاولیاء جلد6 ص101، کنز العمال جلد12، ص53-54)

ترجمہ: حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ بیشک اللہ عزوجل نے دنیا کو میرے لئے اٹھالیا۔ پس میں دنیا کی طرف اور جو کچھ قیامت تک دنیا میں ہونے والا ہے اس کی طرف دیکھ رہا ہوں۔ جس طرح میں اپنی ان دو ہتھیلیوں کی طرف دیکھ رہا ہوں۔"

مذکورہ احادیث سے معلوم ہوا کہ زمین و آسمان اور مشرق و مغرب کی مخلوقات موجوات اور تا قیامت ہونے والے واقعات و احوال نگاہ مصطفیٰ کریم ﷺ کے سامنے اس طرح ہیں جس طرح ہاتھ کی ہتھیلی ہو۔ اور اسکی وجہ یہ ارشاد ہوئی کہ اللہ رب العزت نے میرے لئے زمین کو سمیٹ دیا اور تمام دنیا کے حجابات اور پردے میری آنکھوں سے اٹھادیے سو جب مشرق و مغرب حضور اقدس ﷺ کے لئے دور نہیں بلکہ قریب ہیں تو مشرق و مغرب سے آواز کا پہنچنا کیونکر حضور اقدس ﷺ کے لئے بعید و ناممکن ہے۔

دلیل نمبر 38

عمرو بن سالم خزاعی کی فریاد کا سننا

عن ام المومنین میمونہ انھا قالت بات عندی رسول اللہ

ﷺ لیلۃ فقام لیتوضا للصلوۃ فسمعتہ ﷺ یقول فی متوضاہ لبیک لبیک لبیک ثلاثا نصرت نصرت نُصرتَ ثلاثا فلما خرج قلت یا رسول اللہ ﷺ سمعتک تقول فی متوضٰک لبیک لبیک لبیک ثلاثا نصرت نصرت نُصرتَ ثلاثا کانک تکلم انسانا فھل کان معک احد فقال ﷺ ھذا راجز بنی کعب یستصرخنی و یزعم ان قریشا اعانت علیھم بنی بکر۔

(المعجم الصغیر الطبرانی الاصابہ جلد2 ص536، زرقانی علی المواھب جلد2 ص290، مدارج النبوۃ جلد2 ص282)

ترجمہ: "ام المومنین حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور سید عالم ﷺ ایک رات میرے پاس تشریف فرما تھے آپ حسب معمول نماز تہجد کے لئے اٹھے اور وضو کرنے کی جگہ پر تشریف لے گئے۔ تو میں نے سنا کہ آپ نے تین مرتبہ فرمایا کہ میں تیرے پاس پہنچا اور تو مدد کیا گیا ہے۔ جب حضور سید عالم ﷺ وضو کر کے باہر تشریف لائے تو میں نے عرض کیا یا رسول ﷺ میں نے سنا ہے کہ آپ نے تین مرتبہ لبیک اور تین مرتبہ نصرت فرمایا ہے گویا کہ آپ کسی انسان سے کلام فرما رہے ہیں۔ کیا آپ کے پاس کوئی تھا تو حضور اقدس ﷺ نے فرمایا یہ راجز مجھ سے فریاد کر رہا تھا۔"

(**نوٹ**۔ وہ راجز مکہ میں تھا اور حضور اقدس ﷺ مدینہ میں تھے۔ واقعہ یہ تھا کہ صلح حدیبیہ میں بنی بکر قریش کی طرف سے ذمہ دار تھے اور خزاعہ حضور اقدس ﷺ کی طرف

سے ذمہ دار تھے اور یہ ذمہ داری اس عہد پر تھی کہ آئندہ سال میں باہمی جنگ نہ ہوگی مگر قریش نے عہد اور شرائط کو توڑ دیا اور بنی بکر وغیرہ کے ساتھ مل کر مسلمانوں کے قتل کرنے کا ارادہ کر لیا۔ اس وقت حضرت عمرو بن سالم راجز نے مکہ مکرمہ سے فریاد کی اور حضور اکرم ﷺ سے مدد مانگی، جس کے جواب میں آپ نے تین مرتبہ لبیک اور تین مرتبہ نصرت فرما کر اس کی مدد فرمائی چنانچہ بعد ازاں حضور ﷺ نے قریش پر چڑھائی کی اور مکہ فتح ہو گیا۔ گویا ظاہری اور باطنی امداد کا ظہور ہوا)

(اس حدیث کی شرح میں علامہ زرقانی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔

ففی اخبارہ قبل قدومه علم من اعلام النبوة باهر فاما انه اعلم بذالك بالوحی و علم ما يصوره راجز فی نفسه او يكلم به اصحابه فاجابه بذلك اوانه كان يرتجز فی سفره واسمعه الله كلامه قبل قدومه بثلاث و لا بعد فی ذلك فقد روى ابو نعيم مرفوعا انی لا سمع اطيط السماء و ما تلام ان تئط۔ (زرقانی علی المواہب جلد 2 ص 290)

ترجمہ: نبی کریم ﷺ کے عمرو بن سالم کے پہنچنے سے قبل اس کے متعلق خبر دینے میں نبوت کے معجزات میں سے واضح معجزہ اور امتیازی علامت ہے۔ پس یا تو آپ ﷺ کو وحی کے ذریعے اس کی اطلاع دے دی گئی اور آپ نے اس کو جان لیا جو رجز خوان اپنے دل میں فریاد کے لئے مضمون تیار کر رہا تھا اور سوچ رہا تھا یا اپنے ساتھیوں کے ساتھ اس کے متعلق کلام کر رہا تھا تو آپ ﷺ نے اس کے استغاثہ اور فریاد کا جواب دیا یا وہ دوران سفر یہ رجزیہ اشعار پڑھتا آ رہا تھا اور اللہ

تعالیٰ نے آپ ﷺ کو اس کا کلام اس کے پہنچنے سے تین دن پہلے سنوا دیا اور اس میں کوئی استحالہ، بعد اور حیرانگی کی بات نہیں کیونکہ ابو نعیم نے مرفوع روایت ذکر کی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا بے شک میں البتہ آسمان کی چیخ اور چرچراہٹ سنتا ہوں اور اس کے چیخنے اور ایسی آواز نکالنے پر اس کی ملامت نہیں کی جا سکتی۔ (علامہ زرقانی کے کہنے کا مقصد یہ ہے کہ جب حضور اقدس ﷺ زمین پر تشریف فرما ہو کر ہزاروں سال دور آسمانوں کی آواز کو سماعت فرماتے ہیں تو مدینہ میں تشریف فرما ہو کر مکہ میں فریاد کرنے والے امتی کی آواز کو کیونکر سماعت نہیں فرما سکتے۔ نیز علامہ زرقانی اور علامہ ابن حجر عسقلانی نے حضرت عمرو بن سالم کو صحابی قرار دیا ہے اور وہ صحابی ہو کر مشکل کے وقت حضور اقدس ﷺ کی بارگاہ میں فریاد اور استغاثہ فرما رہے تھے۔ تو معلوم ہوا کہ حضور اقدس ﷺ سے استغاثہ فرمانا بالکل جائز امر ہے۔ وگرنہ سرکار اقدس ﷺ بجائے مدد فرمانے کے عتاب فرماتے۔"

دلیل نمبر 39

امت کے سلام کا جواب دینے سے استدلال

عن ابی ہریرة رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ ﷺ: "مامن احد يسلم علی الا رد الله علی روحی حتی ارد عليه السلام"

(سنن ابوداؤد 2041، مسند احمد جلد 2 ص 527، سنن کبری للبیهقی جلد 5 ص 245، مجمع الزوائد جلد 10 ص 162، مشکوة 925، الترغیب و الترہیب جلد 2 ص 499، کنز العمال 22000)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جو شخص بھی مجھ پر سلام عرض کرتا ہے تو اللہ عزوجل میری روح کو مجھ پر لوٹا دیتا ہے تاکہ میں اس کے سلام کا جواب دوں۔''

حدیث پاک میں ''احد'' نکرہ ہے اور نفی کے تحت داخل ہے۔ اور قاعدہ یہ ہے کہ نکرہ جب نفی کے تحت داخل ہو تو اس کی تعمیم میں مزید تاکید اور پختگی آ جاتی ہے۔ تو گویا حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان کا مطلب یہ ہے کہ میرا امتی خواہ وہ مشرق و مغرب، شمال وجنوب، زمین و آسمان اور عرب وعجم جہاں سے میری بارگاہ میں خواہ قبل از وصال یا بعد از وصال سلام عرض کرتا ہے تو میں اس کا جواب اسے عطا فرماتا ہوں اور یہ جواب کا لوٹانا تب ہوگا۔ جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اس امتی کے سلام کو سماعت فرمائیں۔ چنانچہ محققین امت کی تصریحات کے مطابق ''ردعلی روحی'' کے مطالب ومعانی میں سے ایک معنی ومطلب یہ ہے کہ اللہ رب العزت حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو غیر معمولی قوت سماعت عطا فرماتا ہے اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اپنے امتی کا سلام سماعت فرما کر اسے جواب مرحمت فرماتے ہیں۔ چنانچہ علامہ تقی الدین سبکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

قد تضمنت الاحادیث المتقدمة ان روح النبی ﷺ ترد علیه و انه یسمع و یرد السلام۔ (شفاء السقام ص 133)

ترجمہ: ''احادیث مذکورہ اس بات کو متضمن ہیں کہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی روح مبارک آپ پر لوٹا دی گئی ہے اور بے شک آپ سلام کو سنتے ہیں اور اس کا جواب مرحمت فرماتے ہیں۔''

امام اجل امام جلال الدین سیوطی شافعی رحمۃ اللہ علیہ بھی یہی فرماتے ہیں:

''رد روح'' سے مراد یہ ہے کہ جب کوئی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کرتا ہے تو اللہ عزوجل آپ کو غیر معمولی سماعت عطا فرماتا ہے اور کوئی شخص کہیں سے بھی سلام کرے آپ اس کے سلام کا جواب دیتے ہیں۔''

(بحوالہ الاذکیاء فی حیاۃ الانبیاء ص 13)

بلکہ اس معنی کی تائید وتوثیق اس بات سے بھی ہے کہ دور صحابہ سے لے کر آج تک امت نماز میں ندا اور خطاب (یعنی السلام علیك ایها النبی) سے سلام عرض کرتی رہتی ہے۔ اور یہ ندا اور خطاب جبھی ممکن ہے جب حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے سلام کو سماعت فرمائیں۔ چنانچہ چند علماء کی تصریحات دربارہ سلام وخطاب وندا ملاحظہ فرمائیں:

1- امام یوسف بن اسماعیل نبہانی فرماتے ہیں:

"ویوید سماع النبی ﷺ سلامه من یسلم علیه من قریب و بعید مشروعیة السلام علیه فی التشهد فی الصلوٰة بصیغة الخطاب اذیقول المصلی السلام علیك ایهاالنبی و رحمته الله و برکاته فلولم یکن حیایسمع جمیع المصلین اینما کانو ا باسماع الله تعالی له ذلك لما کان لهذا الخطاب معنی"

ترجمہ: ''نماز کے دوران تشہد میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر صیغہ خطاب کے ساتھ سلام کا مشروع ہونا حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر دور ونزدیک سے سلام پڑھنے والوں کے سلام کو سننے کی تائید کرتا ہے کیونکہ نمازی کہتا ہے اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ پر سلام ہو اور اللہ (عزوجل) کی رحمتیں اور برکات ہوں۔ پس اگر حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم اس طرح زندہ نہ ہوں کہ تمام نمازیوں کے سلام

کو اللہ تعالیٰ کے سنانے سے بھی نہ سن سکیں تو اس خطاب کا کیا معنی؟ (مزید فرماتے ہیں) کہ جب تو کسی انسان کو دیکھتا ہے کہ وہ کسی مردہ یا زندہ کو پکار رہا ہے جب کہ مخاطب کہیں دور دراز رہتا ہے تو یہی گمان کرے گا کہ اس کی عقل ماری گئی ہے۔ پس ہمارے لئے نبی اکرم ﷺ کو نماز میں اس خطاب کے ساتھ مشروع نہیں کیا گیا مگر اس حال میں کہ آپ ﷺ اسے اپنی ظاہری حیات اور اس کے بعد برزخی حیات میں سنتے ہوں یہاں تک کہ بعض اولیاء نے کرامۃً نبی اکرم ﷺ کا ان کے قول "السلام علیک ایھا النبی و رحمۃ اللہ و برکاتہ" کے جواب میں جواب سنا اور یہ چیز محال نہیں کیونکہ وہ ذات جس نے آپ ﷺ کو غیب پر مطلع کیا اور ہر اس آدمی کا کلام سننے کی طاقت عطا فرمائی کہ جو دور و نزدیک سے آپ کو مخاطب ہوتا ہے اور وہ اللہ عزوجل کی ذات ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس بات میں کوئی فرق نہیں کہ یہ بات (کلام کا سننا) آپ ﷺ کی ظاہری حیات میں ہو یا وصال کے بعد۔ تحقیق یہ بات درست ہے کہ آپ ﷺ اپنی قبر انور میں زندہ جاوید ہیں۔ (شواہد الحق ص22)

2- امام محمد غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"واحضر فی قلبك النبی ﷺ و شخصه الكريم و قل السلام عليك ايها النبی و رحمة الله و بركاته وليصدق املك فی انه يبلغه سلامك و يرد عليك بما هو اوفیٰ منه"

(احیاء العلوم جلد1 کتاب اسرار الصلوٰۃ ص237، مو سسۃ الکتب الثقافیہ بیروت، مرقاۃ شرح مشکاۃ ملا علی القاری الحنفی جلد1 ص557)

ترجمہ: "التحیات پڑھتے وقت جب تو **"السلام علیك ایھا النبی"** تک پہنچے تو اپنے دل میں نبی پاک ﷺ اور آپ کی ذات بابرکات کو حاضر سمجھ اور پھر عرض کر **السلام علیك ایھاالنبی و رحمة الله و برکاته** اور تجھے پکا یقین ہونا چاہیے کہ تیرا سلام نبی پاک ﷺ کی بارگاہ عالی میں پہنچ رہا ہے۔ اور آپ اس کا ایسا جواب دے رہے ہیں جو تیرے جواب کی بہ نسبت کامل ترین ہے۔"

شیخ الشیوخ امام الصوفیہ عارف باللہ شیخ شہاب الدین سہروردی فرماتے ہیں:

"و یسلم علی النبی ﷺ و یمثله بین عینیه"

(عوارف المعارف جلد3 ص192)

ترجمہ: "اور نبی مکرم ﷺ کی خدمت اقدس میں سلام عرض کرے اور آپ کی مثال کو اپنی آنکھوں کے درمیان میں موجود فرمائے۔"

محقق علی الاطلاق شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اس خطاب میں رمز لطیف سے آگاہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"آں ﷺ ہمیشہ نصب العین مومناں و قرۃ العین عابداں است در جمیع احوال و اوقات خصوصاً در حالت عبادت .... کہ وجود نورانیت وانکشاف دریں محل بیشتر وقوی تر است۔ وبعضے از عرفا گفتہ اند کہ ایں خطاب بجہت سریان حقیقت محمدیہ است در ذرائر موجودات و افراد ممکنات پس آں حضرت ﷺ در ذات مصلیاں موجود و حاضر است پس مصلی را باید کہ ازیں معنیٰ آگاہ باشد وازیں شہود غافل نبود تا بانوار قرب واسرار معرفت متنور وفائز گردد"

(اشعۃ اللمعات جلد1 ص401، مدارج النبوۃ جلد1 ص135)

(کچھ تغیر کے ساتھ نواب صدیق حسن خان بھوپالی نے بھی اس عبارت کو نقل کیا) (ملاحظہ ہو مسک الختام شرح بلوغ المرام جلد 1 ص 459، ص 460)

ترجمہ: ''حضور سید عالم ﷺ ہمیشہ مومنوں کے سامنے ہیں اور عابدوں کی آنکھوں کی ٹھنڈک ہیں۔ ہر وقت اور ہر حالت میں خصوصاً عبادت کے وقت کیونکہ نورانیت کا وجود ہونا اور انکشاف اس وقت بہت زیادہ اور بہت قوی ہوتا ہے۔''

اور بعض عرفاء نے فرمایا ہے کہ یہ خطاب (السلام علیك ایها النبی) بوجہ جاری ہونے حقیقت محمدیہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ہے۔ جو موجودات کے ذرہ ذرہ میں اور ممکنات کے ہر ہر فرد میں جاری و ساری ہے۔ تو حضور سید عالم ﷺ نمازیوں کی ذات میں موجود اور حاضر ہوتے ہیں۔ پس نمازی کو چاہیے کہ اس معنیٰ سے آگاہ ہو اور اس حضور حاضری سے غافل نہ ہو۔ تاکہ قرب کے انوار اور معرفت کے رازوں سے روشن اور فیض یاب ہو سکے۔

امام بدر الملۃ والدین محمود عینی حنفی، حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی، امام قسطلانی، علامہ زرقانی، شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہم اللہ اور مولوی عبدالحی لکھنوی، شبیر احمد عثمانی اور مولوی زکریا نے حدیث تشہد کے تحت لکھا:

''و یحتمل ان یقال علی طریق اهل العرفان ان المصلین لما استفتحوا باب الملکوت بالتحیات اذن لهم بالدخول فی حریم الحی الذی لا یموت فقرت اعینهم بالمناجات فنبهوا علیٰ ان ذلك بواسطة نبی رحمة و برکة متابعته فاذا التفتوا فاذا الحبیب فی حرم الحبیب حاضر فاقبلوا

علیه قائلین السلام علیك ایها النبی و رحمة الله و برکاته''

(عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری جلد 6 ص 111، فتح الباری شرح صحیح بخاری جلد 2 ص 250، المواهب اللدنیه جلد 2 ص 230، زرقانی شرح مواهب جلد 7 ص 329، زرقانی شرح موطا جلد 1 ص 190، مدارج النبوۃ جلد 1 ص 366، سعایه جلد 2 ص 227، فتح الملهم جلد 2 ص 43، اوجز المسالك جلد 1 ص 265)

ترجمہ: ''اہل عرفان کے طریقہ پر یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ جب نمازیوں نے التحیات کے ساتھ ملکوت کا دروازہ کھلوایا تو انہیں حی لا یموت کی بارگاہ میں داخل ہونے کی اجازت مل گئی۔ ان کی آنکھیں فرحت مناجات سے ٹھنڈی ہوئیں تو انہیں اس بات پر تنبیہ کی گئی کہ بارگاہ خداوندی میں جو انہیں یہ شرف باریابی حاصل ہوا ہے یہ سب نبی رحمت ﷺ کی برکت متابعت کے طفیل ہے۔ نمازیوں نے اس حقیقت سے باخبر ہو کر بارگاہ خداوندی میں جو نظر اٹھائی تو دیکھا کہ حبیب تعالیٰ کے حرم میں حبیب ﷺ حاضر ہیں۔ حضور ﷺ کو دیکھتے ہی السلام علیك ایها النبی و رحمة الله و برکاته کہتے ہوئے حضور ﷺ کی طرف متوجہ ہوئے۔''

اسی معنیٰ کی تائید کرتے ہوئے شیخ عبدالحق محدث دہلوی اور علامہ نبہانی بہت پیاری تلقین کرتے ہیں:

''ذکر کن او را و درود بفرست بروے ﷺ و باش در حال ذکر گویا حاضر است پیش در حالت حیات و می بینی تو او را متادب با جلال و تعظیم و ہیبت و حیا بداں کہ وے ﷺ می بیند و می شنود کلام ترا زیرا کہ

وے ﷺ متصف است بصفات الٰہیہ و یکے از صفات الٰہی عزوجل آں است کہ انا جلیس من ذکرنی'' (مدارج النبوۃ جلد 2 ص 621)

ترجمہ: ''اے مخاطب تو حضور اقدس ﷺ کا ذکر کر اور آپ پر درود پاک بھیج اور آپ کے ذکر (یعنی سلام وغیرہ) کے وقت یہ تصور باندھ کہ حضور حالت حیات سے تیرے سامنے موجود ہیں اور تو انہیں دیکھ رہا ہے۔ اور آپ کے ذکر کے وقت اجلال تعظیم اور ہیبت و حیا سے ادب کے ساتھ بیٹھنا اور اچھی طرح جان لے کہ نبی مکرم ﷺ تجھے دیکھتے ہیں اور تیرا کلام سنتے ہیں اس لئے کہ وہ اللہ عزوجل کی صفات سے متصف ہیں اور صفات الٰہیہ میں سے ایک صفت یہ ہے کہ اللہ عزوجل حدیث قدسی میں فرماتا ہے۔ انا جلیس من ذکرنی۔ کہ میں اس کے ساتھ ہوتا ہوں جو میرا ذکر کرتا ہے۔''

مولوی عبدالحی لکھنوی ایک اور مقام پر اس سلام کے متعلق فرماتے ہیں:

''السر فی خطاب التشهد ان الحقیقة المحمدیة کانها ساریة فی کل وجود و حاضرة فی باطن کل عبد و انکشاف هذا الحالة علی الوجه الاتم فی حالة الصلوٰة فحصل محل الخطاب'' (السعایہ جلد 2 ص 228)

ترجمہ: ''خطاب تشہد یعنی التحیات میں السلام علیک ایہا النبی کہنے کا راز یہ ہے کہ حقیقت محمدیہ ہر وجود میں جاری و ساری اور بندہ کے باطن میں حاضر و موجود ہے۔ اس حالت کا پورا انکشاف بحالت نماز ہوتا ہے۔ لہٰذا محل خطاب حاصل ہو گیا۔''

دلیل نمبر 40,41,42

درود کا بارگاہِ مصطفیٰ ﷺ میں پہنچنا

عن اوس بن اوس قال: قال رسول الله ﷺ ''ان من افضل ایامکم یو م الجمعة، فیه خلق ادم، و فیه قبض و منه النفخة و فیه الصعقة۔ فا کثر و اعلی من الصلاة فیه، فان صلاتکم معروضة علی قال: قالو یا رسول الله! صلی الله علیك و سلم و کیف تعرض صلاتنا علیك و قدارمت؟ قال یقولون بلیت فقال ان الله حرم علی الارض ان تاکل اجساد الانبیاء''

(سنن ابوداؤد کتاب الصلوۃ باب فضل یوم الجمعۃ رقم الحدیث 1047، دارالسلام ریاض، سنن ابن ماجہ 1085، صحیح ابن حبان رقم الحدیث 910، المستدرك جلد 1 ص 278، مسند احمد جلد 4 ص 8)

ترجمہ: ''حضرت اوس بن اوس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ تمارے دنوں میں سے سب سے افضل جمعہ کا دن ہے۔ اس میں حضرت آدم پیدا ہوئے، اسی دن میں ان کی روح قبض کی گئی، اسی دن میں صور پھونکا جائے گا، اسی دن بے ہوشی ہو گی، تم اس دن میں کثرت کے ساتھ مجھ پر درود پڑھو، کیونکہ تمہارا درود مجھ پر پیش کیا جاتا ہے۔ صحابہ نے عرض کی یا رسول اللہ! صلی اللہ علیک وسلم آپ پر ہمارا درود کیسے پیش کیا جائے گا حالانکہ آپ کا جسم بوسیدہ ہو

چکا ہوگا۔آپ ﷺ نے فرمایا۔اللہ عزوجل نے انبیاء علیہم السلام کے اجسام کھانے کو زمین پر حرام کردیا ہے۔"

ایک دوسری حدیث کے الفاظ یہ ہیں جو حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

"وصلوا علی فان صلاتکم تبلغنی حیث کنتم"

(مسند احمد جلد2 ص367، سنن ابو داؤد کتاب المناسك باب زيارة القبور رقم الحديث 2042)

ترجمہ: "اور تم مجھ پر درود پڑھو۔پس بے شک تمہارا درود مجھ تک پہنچ جاتا ہے۔تم جہاں کہیں بھی ہو۔"

حدیث پاک سے یہ تو یقینی طور پر ثابت ہوگیا کہ حضور اقدس ﷺ کے وصال مبارک کے بعد بھی آپ کا امتی اور غلام جہاں سے بھی درود پڑھتا ہے وہ آپ تک پہنچتا ہے۔بعض کا یہ خیال ہے کہ یہ درود ملائکہ آپ کی بارگاہ میں پہنچاتے ہیں اور حضور اقدس ﷺ بنفس نفیس درود وسلام کو سماعت نہیں فرماتے انہوں نے اپنے موقف کی تائید وتوثیق میں اس حدیث سے بھی استشہاد کیا۔

عن عبد الله بن مسعود رضی اللہ عنہ عن النبی الکریم ﷺ "ان لله ملائكة سيا حين يبلغون عن امتى السلام وهذا اسناد صحيح۔"

(سنن نسائی جلد3 ص43، مصنف عبدالرزاق 3116، صحیح ابن حبان 914، مسند دارمی جلد2 ص317، مستدرك جلد2 ص421، مسند احمد جلد1 ص441)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "بیشک اللہ عزوجل کے کچھ فرشتے سیر کرتے ہیں اور میرے امتی کا سلام مجھ تک پہنچاتے ہیں۔"

لیکن آپ دونوں احادیث میں بنظر غائر دیکھیں کہیں ایک لفظ بھی حضور اقدس

ﷺ کے بنفس نفیس درود وسلام کے سننے کی نفی میں نہیں۔پہلی حدیث میں "بلوغ" جس طرح ملائکہ کے ذریعے ممکن ہے اس طرح آواز کی سماعت سے بھی ممکن ہے۔اور "اذا جاء الاحتمال بطل الاستدلال" اور دوسری حدیث میں ملائکہ کے درود پہنچانے کا ذکر ہے۔اور درود کے پہنچانے سے یہ کب لازم آتا ہے کہ حضور اقدس ﷺ بنفس نفیس سماعت نہیں فرماتے۔حدیث صحیح سے ثابت ہے کہ فرشتے بندوں کے اعمال اللہ رب العزت کی بارگاہ میں پیش کرتے ہیں تو کیا العیاذ باللہ تعالیٰ یہاں بھی فرشتوں کے اعمال پہنچانے سے اللہ رب العزت کے سمیع وبصیر وعلیم ہونے کا انکار کیا جاسکتا ہے؟ نہیں سو جب فرشتے حضور اکرم ﷺ کے اکرام واجلال کے پیش نظر آپ ﷺ کی بارگاہ میں امت کا درود پہنچاتے ہیں تو اس سے حضور اقدس ﷺ کی سماعت اقدس کی وسعت کا کس طرح انکار کیا جاسکتا ہے؟ جبکہ حضور اقدس ﷺ نے خود واضح فرمادیا کہ میرے امتی کی آواز مجھ تک پہنچتی ہے۔چنانچہ ایک حدیث کے لفظ یہ ہیں:

"قيل لرسول الله ﷺ ارءيت صلوٰة المصلين عليك ممن غاب عنك و من ياتى بعدك ماحالهما عندك فقال اسمع صلوٰة اهل محبتى۔"

(دلائل الخیرات فضائل الصلوٰۃ ص281 ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں عرض کی گئی یا رسول اللہ ﷺ خبر دیجئے ان درود بھیجنے والوں کے بارے میں جو درود بھیجتے ہیں آپ پر حالانکہ وہ آپ سے غائب ہیں اور جو آپ کے بعد آئیں گے ان کا حال آپ کے نزدیک کیا ہے۔فرمایا کہ میں اپنے محبت کرنے والے (غلاموں) کا درود خود سماعت فرماتا ہوں۔"

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حضور اقدس ﷺ اہل محبت کا درود سماعت فرماتے ہیں اور ظاہر ہے کہ کوئی بھی انسان اس وقت تک مومن ہی نہیں ہوسکتا جب تک کہ اس کے دل میں سرکار دو عالم ﷺ کی محبت نہ ہو۔ چنانچہ حضور اقدس ﷺ کا مشہور فرمان ہے۔

"لا یومن احدکم حتی اکون احب الیه من والده وولده والناس اجمعین"

(صحیح بخاری کتاب الایمان، باب حب الرسول ﷺ من الایمان۔ رقم الحدیث 15 14، صحیح مسلم رقم الحدیث 44، سنن نسائی رقم الحدیث 5030، سنن ابن ماجه رقم الحدیث 67، مسند ابو عوانه جلد1 ص33، مسند دارمی 2741، مسند ابویعلیٰ 3049، صحیح ابن حبان 179، شعب الایمان 1374، شرح السنة 22، المعجم الاوسط 2854، مسند احمد 12814)

ترجمہ: ''تم میں سے کوئی اس وقت تک مومن نہیں ہوسکتا جب تک کہ میں اس کو اس کے والد، اس کی اولاد اور تمام لوگوں سے زیادہ پیارا اور محبوب نہ ہو جاؤں۔''

سو جب ہر مومن کو آپ سے محبت ہے تو اس پر اہل محبت کا اطلاق درست ہے۔ سو جب وہ اہل محبت ہے تو حضور اقدس ﷺ کے فرمان کے مطابق سرکار ﷺ اس کے درود کو بنفس نفیس سماعت فرماتے ہیں۔ اس معنیٰ و مفہوم کی تائید میں یہ حدیث ملاحظہ فرمائیں۔

عن ابی درداء رضی الله تعالیٰ عنه قال قال رسول الله ﷺ "اکثر و االصلوٰة علی یوم الجمعة فانه یوم مشهود تشهده الملائکة ، لیس من عبد یصلی علی الا بلغنی صوته حیث کان قلنا و بعد و فاتك قال و بعد وفاتی ان

الله حرم علی الارض ان تاکل اجساد الانبیاء۔

(جلاء الافهام، الباب الاول ما جاة فی الصلوة علی رسول اله ﷺ ص63 رقم الحدیث 110 دار لکتاب العربی بیروت)

ترجمہ: ''یہ حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ جمعہ کے دن مجھ پر کثرت کے ساتھ درود پڑھو پس بے شک وہ حاضری ملائکہ کا دن ہے۔ جو بندہ بھی مجھ پر درود پڑھتا ہے اس کی آواز مجھ تک پہنچ جاتی ہے وہ جہاں کہیں بھی ہو۔ ہم نے عرض کیا آپ کی وفات کے بعد بھی۔ فرمایا اور میری وفات کے بعد بھی۔ بیشک اللہ عزوجل نے زمین پر انبیاء علیہم السلام کے جسموں کو کھانا حرام فرما دیا۔''

قارئین کرام! ملاحظہ فرمائیں کہ حضور اکرم ﷺ نے کتنی وضاحت وصراحت کے ساتھ اپنی صفت سماعت کو بیان فرمایا کہ میرا جو غلام بھی مجھ پر درود وسلام پڑھتا ہے اس کی آواز مجھ تک پہنچتی ہے۔ تو کیا اس فرمان کے بعد بھی حضور اقدس ﷺ کی صفت سماعت کے اعجاز، وسعت اور انفرادیت میں شک و تردد کیا جاسکتا ہے؟ کیا اب بھی یہ کہنے کی گنجائش ہے کہ حضور اکرم ﷺ فقط قریب کے غلاموں کا درود سماعت فرماتے ہیں اور دور والوں کا درود نہیں سن سکتے یہ کہنے والا یا تو حضور اقدس ﷺ کے فرمان کو دل و جان سے نہیں مانتا یا اللہ رب العزت کی قدرت میں شک کرتا ہے۔ ورنہ کوئی وجہ نہیں کہ اس حدیث کے بعد بھی سرکار دو عالم ﷺ کے سماع عن البعید کا انکار کیا جائے۔

یہاں تک آپ کے سامنے تقریباً 42 عدد دلائل تو یہ ذکر کئے ہیں اور اگر سماع عن البعید کے امکان کے دلائل، نیز علماء کی تفاسیر، شروحات و اقاویل کو ملایا جائے تو یہ دلائل 100 سے متجاوز ہیں۔ اللہ رب العزت حق کو سمجھنے اور عقیدہ اہل سنت کی

معرفت عطا فرمائے۔ آمین بجاہ النبی الامین ﷺ۔

ایک سوال اور اسکا جواب

سوال: بعض لوگ اپنی کم فہمی، کج روی اور نادانی کے باعث جب ان ٹھوس، وزنی اور قوی دلائل کا کوئی معقول جواب نہیں دے پاتے تو ان سب دلائل کو یہ کہہ کر یکسر رد کر دیتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ کی یہ سب شانیں آپ کی حیات ظاہری تک ثابت تھیں۔ آپ کے وصال کے بعد آپ کے لئے ان شانوں کا ثبوت نہیں۔ دراصل جن لوگوں کے قلوب محبت وعظمت مصطفیٰ ﷺ کے عقیدہ سے خالی ہوں اور جن کی تمام تر مساعی غیر محمودہ کا مرکز اور شب وروز کی جدوجہد کا مقصد حضور اقدس ﷺ کی عظمت کا کتمان بلکہ آپ ﷺ کی رفعت شان کی توہین وتنقیص ہو، ان سے کچھ بعید نہیں کہ حضور اقدس ﷺ کی صفات جمیلہ اور محاسن حمیدہ پر مشتمل ہزاروں آیات واحادیث سے صرف نظر کریں۔ یہ اگرچہ ایک سطحی اور غیر معقول سا اعتراض ہے جس کے جواب میں کوئی زیادہ لمبے چوڑے دلائل دینے کی حاجت نہیں لیکن اس ایک اعتراض کی بناء پر حضور اقدس ﷺ کی نہ صرف صفت سماعت کا انکار کیا جاتا ہے بلکہ آپ کے وسیع تصرفات واختیارات اور آپ کی قوت بصارت بلکہ جمیع کمالات کا فقط یہ کہہ کر انکار کر دیا جاتا ہے کہ حضور اقدس ﷺ کے یہ کمالات، معجزات اور شانیں فقط آپ کی حیات ظاہری تک تھیں بعد از وصال ثابت نہیں لہٰذا انشاء اللہ تعالیٰ ہم اس سوال کا تفصیلی جواب عرض کرتے ہیں۔ اور جواب کو دو حصوں میں منقسم کرتے ہیں۔

1- اجمالی جواب

2- تفصیلی جواب

اجمالی جواب

جن لوگوں نے نظر ایمان ومحبت، نگاہ بصیرت وفہم سے قرآن مجید، فرقان حمید میں تدبر کیا ہے۔ انہیں معلوم ہے نبی مکرم ﷺ کی اللہ رب العزت کی بارگاہ میں وجاہت، عظمت، عزت اور علو مرتبت کیا ہے۔ وہ مالک، خالق، معبود ہو کر بھی اپنے حبیب مکرم ﷺ کو کتنا اعزاز واکرام عطا کرتا ہے۔ اس ذات عالی کی اپنے حبیب ﷺ سے انداز محبت ملاحظہ فرمایئے۔ کہ وہ اپنے حبیب ﷺ کی بارگاہ کا ادب خود بیان فرماتا ہے۔ کلام کس طرح کرنا ہے، پکارنا کس طرح ہے، ان کے ساتھ چلنا کس طرح ہے، کونسا لفظ ان کے لئے استعمال کرنا ہے، کونسا نہیں کرنا، ان کے در دولت میں بیٹھنے کے آداب کیا ہیں۔ وہ اگر محو استراحت ہوں تو تمہارا طرز ادب کیا ہونا چاہیے اور صرف یہ نہیں بلکہ پورے قرآن مجید میں وہ رب ہو کر محبوب کے اعضاء کا، محبوب کی اداؤں کا، محبوب کے شہر کا، اور محبوب کی نسبتوں کا ذکر کرتا ہے۔ محبوب کی اطاعت و فرمانبرداری، بیعت ورضا اور ادب کو اپنی طاعت وفرمانبرداری، اپنی بیعت اور رضا اور اپنی بارگاہ کا ادب قرار دیتا ہے۔ سوچیئے ایسی محبت کے کرنے والے خدا عزوجل کا اپنے حبیب مکرم ﷺ سے کیا ایسا طرز عمل ہو سکتا ہے کہ جونہی حضور اقدس ﷺ کا وصال ہوا تو العیاذ باللہ تعالیٰ محبوب کی حیات کو، سماعت وبصارت، ادراک وشعور اور جملہ اختیارات وکمالات کو سلب کر لیا۔ محبوب کو تمام عظمتوں سے یکسر محروم کر دیا۔ کتنی ناقدری کرتے ہیں ایسے لوگ اللہ رب العزت اور اس کے حبیب ﷺ کی۔ سنیئے اور گوش ہوش کے ساتھ سنیئے رب کائنات نے بالکل واضح انداز میں فرمایا۔

1- وَلَلْاٰخِرَۃُ خَیْرٌ لَّکَ مِنَ الْاُوْلٰی۔ (الضحیٰ:4)

ترجمہ: ''اور (اے حبیب مکرم!) ضرور آخرت آپ کی لئے دنیا سے بہتر ہے۔''

یعنی دنیا میں آپ کی جتنی تکریم وعزت ہے اس سے اعلیٰ تکریم وعزت آخرت میں ہوگی۔ دنیا میں آپ کی جتنی شانوں کا، عظمتوں کا، محامد ومحاسن کا ظہور ہوا اس سے بدرجہ اتم ظہور آخرت میں ہوگا۔ آج تو آپ کی شانوں کے بہت سے منکر ومعاند ہیں آخرت میں ہر بندہ اپنی آنکھوں سے آپ کی منزلت کو دیکھے گا۔ نیز اہل عرفان کے نزدیک حضور اکرم ﷺ کا علم ومعرفت، حسن وجمال، رعنائی وزیبائی سماعت وبصارت ہر لحہ ترقی پذیر ہے۔ حضور اقدس ﷺ ہر آن اپنی شان کے اعتبار سے پچھلے لحہ سے اکمل وارفع ہیں۔ اور یہ بھی سمجھ لیں، قبر وبرزخ، آخرت کی منازل میں سے منزل اولیٰ ہے۔

چنانچہ حدیث پاک میں ہے:

''ان القبر اول منزل من منازل الاخرۃ''

(سنن ترمذی کتاب الزھد باب: ما جآء فی ذکر الموت رقم الحدیث 2308، دار المعرفہ بیروت، سنن ابن ماجہ کتاب الزھد، باب: ذکر القبر رقم الحدیث 4267، دار السلام ریاض)

ترجمہ: ''بے شک قبر آخرت کی منازل میں سے پہلی منزل ہے۔''

اور اللہ رب العزت نے بھی فرمایا:

''یُثَبِّتُ اللّٰہُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِی الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا وَ فِی الْاٰخِرَۃِ'' (ابراہیم 27)

ترجمہ: ''اللہ (رب العزت) ایمان والوں کو دنیا کی زندگی میں بھی حق بات

پر ثابت ومستقیم رکھتا ہے اور آخرت میں بھی۔''

اور حدیث پاک میں ہے کہ یہاں ''آخرت'' سے مراد قبر ہے۔

معلوم ہوا کہ قبر وبرزخ میں حضور اقدس ﷺ کی قوت سماعت بلکہ ہر شان دنیوی حیات کی بہ نسبت زیادہ درجہ کمال وفضیلت میں ہے۔

2- اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا:

''لَئِنْ شَکَرْتُمْ لَاَزِیْدَنَّکُمْ'' (ابراہیم 7)

ترجمہ: ''اگر تم شکر کروگے تو میں ضرور بالضرور تمہیں زیادہ عطا کروں گا۔''

یعنی رب عزوجل کی شان تو یہ ہے کہ اگر بندہ اس کا شکر کرے تو وہ نعمت سلب کرنا تو کجا نعمت واحسان بڑھا دیتا ہے۔ اور شکر کی بہترین شکل نماز، ذکر، حمد اور قرآن کی تلاوت ہے۔ اور احادیث صحیحہ سے انبیاء، اولیاء بالخصوص تاجدار کائنات ﷺ کا قبر انور میں اللہ رب العزت کی حمد اور اس کا شکر کرنا ثابت ہے۔ چنانچہ حدیث پاک میں ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔

''مررت علی موسیٰ و ھو یصلی فی قبرہ''

(صحیح مسلم کتاب الفضائل باب: من فضائل موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام رقم الحدیث 6157,6158، دار الکتاب العربی بیروت، سنن نسائی رقم الحدیث 1631)

ترجمہ: ''میں موسیٰ علیہ السلام پر سے گزرا تو وہ اپنی قبر میں نماز پڑھ رہے تھے۔''

اور ایک صحابی کا قبر میں سورۃ ملک کی تلاوت کرنا ثابت ہے۔

(جامع ترمذی کتاب فضائل القرآن باب ما جاء فی سورۃ الملک رقم الحدیث 2890 دار المعرفہ بیروت)

اور خاص حضور اقدس ﷺ کے حمد وشکر پر یہ حدیث دلیل ہے کہ فرمایا:

"حیاتی خیر لکم و مماتی خیر لکم تعرض علی اعمالکم ما کانَ من حسن حمدت الله علیه و ما کان من سیئی استغفرت الله لکم"

(مسند البزار رقم الحدیث 845 مجمع الزوائد جلد9 ص24 البدایه والنهایه جلد4 ص257، الطبقات الکبری جلد2 ص149 دارالکتب العلمیة بیروت الجامع الصغیر رقم الحدیث 3771، الوفا ص860)

ترجمہ: ''میری حیات بھی تمہارے لئے بہتر ہے اور میری موت بھی تمہارے لیے بہتر ہے۔ تمہارے اعمال مجھ پر پیش کیے جاتے ہیں۔ پس اچھے اعمال پر میں اللہ عزوجل کا شکر ادا کرتا ہوں اور برے اعمال پر تمہارے لیے اللہ (عزوجل) سے مغفرت طلب کرتا ہوں۔''

حدیث سے معلوم ہوا کہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قبر انور میں بھی اللہ عزوجل کی حمد وثنا کرتے ہیں اور مذکورہ آیت سے معلوم ہوا کہ حمد وشکر کرنے سے نعمت واحسان میں اضافہ ہوتا ہے نہ کہ نعمت کو سلب کیا جاتا ہے۔ لہذا روز روشن کی طرح معلوم ہوا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے کمالات، علم ومعرفت، حسن وجمال اور سماعت وبصارت، روز فزوں ترقی افروز ہے۔

تفصیلی جواب

تفصیلی جواب کو سمجھنے سے پہلے تمہیداً ایک مقدمہ ذہن نشین کر لیں کہ اہل سنت کے نزدیک ایک عام انسان کے لئے قطع نظر اس سے کہ وہ مومن ہے یا کافر قبر میں زندگی وحیات ثابت ہے۔ بلکہ حیات برزخیہ میں اس انسان کا ادراک، شعور، احساس سماعت اور بصارت دنیا کی زندگی سے زیادہ قوی ہو جاتا ہے۔ مومن کے اکرام و

اعزاز کے لئے اور کافر کے عذاب کے لئے۔ چنانچہ قرآن مجید میں اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا۔

"كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ" (الانبیاء۔35)

ترجمہ: ''ہر نفس نے موت کو چھکنا ہے۔''

اس آیت میں اللہ رب العزت نے موت کو ذائقہ کے ساتھ تعبیر فرمایا۔ کیونکہ جس طرح کسی بھی چیز کے ذائقہ کو استقرار نہیں ہوتا۔ بلکہ چند لمحات کے لئے اس کے ذائقہ کی کیفیت طاری ہوتی ہے۔ اور پھر بہ دستور پہلے والی کیفیت ہوتی ہے۔ سو اسی طرح موت اس چیز کا نام نہیں کہ جس سے انسان بالکل بے شعور وادراک اور جامد محض ہو جائے۔ چند لمحات کے لے موت کی کیفیت بدن انسانی پر طاری ہوتی ہے اور پھر اس کو دنیوی حیات سے حیات برزخیہ کی طرف منتقل کر دیا جاتا ہے۔ ایک اور مقام پر اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا۔

"كَيْفَ تَكْفُرُوْنَ بِاللّٰهِ وَكُنْتُمْ اَمْوَاتاً فَاَحْيَاكُمْ ثُمَّ يُمِيْتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيْكُمْ ثُمَّ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ" (البقرۃ۔28)

ترجمہ: ''تم اللہ (عزوجل) کا انکار کیسے کر سکتے ہو حالانکہ تم مردہ تھے (یعنی عدم محض) پس اس نے تمہیں زندہ فرمایا (یعنی حیات دنیوی کیساتھ) پھر تمہیں موت دیتا ہے (یعنی موت معروف) پھر تمہیں زندہ فرماتا ہے (یعنی حیات برزخیہ کیساتھ) پھر تم اس کی طرف لوٹائے جاؤ گے (یعنی آخرت کی طرف)۔''

اس آیت کریمہ میں انسانی حیات کے پانچ مراحل بیان فرمائے ہیں۔

1- کنتم امواتا (تم مردہ تھے) مردہ ہونے کا مفہوم بظاہر یہ ہے کہ کوئی چیز

موجود ہو کر مر جائے مگر اس مقام پر انسان زندگی کے عالم وجود میں آنے سے پہلے کی حالت کو تشبیہا موت قرار دیا جا رہا ہے۔

2- فاحیاکم (پس اللہ عزوجل نے تم کو زندہ کیا) اس سے مراد یہ ہے کہ انسان کو عدم محض سے نکال کر حالت وجود میں لا کھڑا کیا۔

3- ثم یمیتکم (پھر وہ تمہیں دوبارہ مارے گا) یعنی جس خدا عزوجل نے تم کو عالم عدم سے نکال کر عالم وجود میں پہنچایا ہے وہ تمہیں باردگر موت سے دوچار کرے گا۔

4- ثم یحییکم (پھر وہ تمہیں دوبارہ زندہ کرے گا) یعنی قبر و برزخ میں اس لیے کہ آخرت میں لوٹائے جانے کا بیان اگلے حصہ یعنی

5- ثم الیہ ترجعون میں ہے۔

نیز میت کے احساس وشعور اور اس کی حیات برزخیہ پر واضح دلیل یہ ہے کہ بکثرت آیات اور احادیث مشہورہ متواترہ سے قبر کا عذاب ثابت ہے اور جمیع اہل سنت کا اس پر اتفاق واجماع ہے۔ چنانچہ حافظ ابن قیم نے کتاب "الروح" میں کہا۔

"فھو متفق علیہ بین اھل السنۃ۔ قال المروذی: قال ابو عبداللّٰہ۔ عذاب القبر حق لا ینکرہ ا لا ضال مضل"

(کتاب الروح ص82 فصل فی ان عذاب القبر حق باتفاق اھل السنۃ دارالحدیث قاھرہ)

ترجمہ: "عذاب قبر پر اہل السنۃ کا اتفاق واجماع ہے۔ مروذی نے کہا کہ ابو عبداللہ نے فرمایا۔ عذاب قبر حق ہے۔ اور عذاب قبر کا منکر وہی ہے جو گمراہ ہے اور گمراہ کرنے والا ہے۔"

عذاب قبر کی حقیت پر چند دلائل ملاحظہ فرمائیں۔

اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا:

"مِمَّا خَطِيْٓـٰٔتِهِمْ اُغْرِقُوْا فَاُدْخِلُوْا نَارًا" (نوح-25)

ترجمہ: "(حضرت نوح علیہ السلام کے مخالفین) اپنے گناہوں کیوجہ سے غرق کیے گئے اور فوراً آگ میں داخل کردیے گئے۔"

آیت کریمہ میں "ادخلوا" پر حرف فاء داخل ہے اور عربی زبان میں حرف "فا" تعقیب مع الوصل کے لئے استعمال ہوتا ہے اور حکم میں فوری ترتب کا تقاضہ کرتا ہے۔ جس کا صریح مفہوم ہے کہ کفار کو غرق کرنے کے فوراً بعد آگ میں داخل کیا گیا، اور فوراً بعد آگ میں داخل کیا جانا ظاہر ہے کہ قیامت وآخرت میں تو نہیں اس لیے کہ ابھی قیامت وآخرت کا وقوع نہیں ہوا۔ تو لامحالہ یہ دخول عذاب ونار برزخ میں ہے۔ اسی معنی کی تائید میں فخر المفسرین امام فخر الدین رازی اپنی مشہور تفسیر الکبیر میں رقم طراز ہیں:

"تمسک اصحابنا فی اثبات عذاب القبر بقولہ (اغرقوا فادخلوا نارا) و ذلک من وجھین الاول ان الفاء فی قولہ "فادخلوا نارا" تدل علی انہ حصلت تلک الحالۃ عقیب الاغراق فلا یمکن حملھا علی عذاب الاخرۃ و الا بطلت دلالۃ ھذہ الفاء الثانی انہ قال فادخلوا علی سبیل الاخبار عن الماضی وھذا انما یصدق لووقع ذلک۔"

(التفسیر الکبیر جلد11 ص131 دارالفکر بیروت)

ترجمہ: "ہمارے اصحاب (یعنی اہل سنت) نے عذاب قبر کے اثبات میں اللہ عزوجل کے قول (اغرقوا فادخلوا نارا) سے دلیل پکڑی ہے اور یہ دلیل پکڑنا دو طریقوں پر ہے۔ پہلا اللہ عزوجل کے قول فادخلوا

نارا پر فاء داخل ہے اور یہ اس پر دلیل ہے کہ یہ حالت عذاب غرق کرنے کے فوراً بعد حاصل ہوئی پس اس سے آخرت کا عذاب مراد لینا درست نہیں ہے۔ ورنہ فاء کا معنی باطل ہو جائے گا اور دوسرا یہ کہ اللہ عزوجل نے گزرے ہوئے زمانے کی خبر دیتے ہوئے فادخلوا کے الفاظ ارشاد فرمایا اور یہ خبر اسی وقت ہوگی جب ان پر عذاب واقع ہو چکا ہوگا۔"

2- اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا:

"وَ حَاقَ بِاٰلِ فِرْعَوْنَ سُوْٓءُ الْعَذَابِ ۔ اَلنَّارُ یُعْرَضُوْنَ عَلَیْهَا غُدُوًّا وَّعَشِیًّا ۚ وَیَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ قف اَدْخِلُوْٓا اٰلَ فِرْعَوْنَ اَشَدَّ الْعَذَابِ"(المومن-45,46)

ترجمہ: "فرعون اور اس کے متبعین کا سخت ترین عذاب نے احاطہ کر لیا وہ صبح و شام آگ پر پیش کیے جاتے ہیں اور جس دن قیامت قائم ہوگی (تو اللہ رب العزت ملائکہ کو حکم فرمائے گا) فرعونیوں کو شدید ترین عذاب میں داخل کرو۔"

استدلال

اس آیہ کریمہ میں ال فرعون پر برے عذاب اور انہیں صبح و شام آگ پر پیش کرنے کا بیان ہے۔ اس کے بعد ذکر فرمایا کہ قیامت کے روز فرعونیوں کو شدید ترین عذاب میں داخل کیا جائے گا۔ اس سے معلوم ہوا کہ وہ عذاب جس کا ذکر پہلے حصہ میں ہے وہ قیامت کے عذاب کا بیان نہیں بلکہ وہ برزخ کے عذاب کا بینا ہے۔ امام بخاری علیہ الرحمۃ نے بھی اپنی صحیح میں اس آیت کریمہ سے اثبات عذاب قبر پر

استدلال و استشھاد کیا ہے۔ ملاحظہ فرمائیں۔

(صحیح بخاری کتاب الجنائز باب ما جاء فی عذاب القبر دار الکتاب العربی بیروت)

نیز امام فخر الدین رازی نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا:

"احتج اصحابنا بھذہ الایة علی اثبات عذاب القبر"

(التفسیر الکبیر جلد9 جزو27 ص67 دار لفکر بیروت)

ترجمہ: "ہمارے اصحاب نے اس آیہ کریمہ سے عذاب قبر کے اثبات کا استدلال کیا ہے۔"

اثبات عذاب قبر پر چند احادیث ملاحظہ فرمائیں۔

اثبات عذاب قبر پر احادیث

1- حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ایک یہودی عورت ان کے پاس آئی تو اس نے قبر کے عذاب کا ذکر کیا اور کہا کہ اللہ عزوجل تمہیں عذاب قبر سے محفوظ رکھے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے قبر کے عذاب کے متعلق پوچھا تو آپ نے فرمایا۔

نعم عذاب القبر حق۔

ترجمہ: "ہاں عذاب القبر برحق ہے۔"

(صحیح بخاری کتاب الجنائز باب ما جاء فی عذاب القبر رقم الحدیث 1372 دار الکتاب العربی بیروت، صحیح مسلم رقم الحدیث 587-584، جامع ترمذی رقم الحدیث 3420، سنن النسائی رقم الحدیث1309، سنن ابی داؤد رقم الحدیث 766، سنن ابن ماجہ رقم الحدیث 1263، موطا امام مالک رقم الحدیث 446، مسند احمد رقم الحدیث 26163)

2- حضرت شعبہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔

(یثبت اللّٰہ الذین امنو) نزلت فی عذا ب القبر۔

ترجمہ: ''یہ آیت (یثبت الله الذین أمنو) عذاب قبر کے بارے میں نازل ہوئی۔''

(صحیح بخاری کتاب الجنائز باب ماجاءَ فی عذاب القبر رقم الحدیث1369، سنن ترمذی 1059، سنن نسائی 1933، سنن ابی داؤد 4750، صحیح ابن حبان رقم الحدیث 206، مصنف ابن ابی شیبہ جلد3 ص377، مسند احمد رقم الحدیث 184، جامع المسانید لابن جوزی رقم الحدیث 645)

3- حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

''انما مر رسول الله ﷺ علی یهودیة یبکی علیها اهلها فقال: انهم لیبکون علیها و انها لتعذب فی قبرها''

(صحیح بخاری کتاب الجنائز باب قول النبی ﷺ یعذب المیت ببعض بکاء اهله علیه رقم الحدیث 1289)

ترجمہ: ''نبی کریم ﷺ کا گزر ایک یہودیہ (کی قبر) کے پاس سے ہوا جس پر اس کے گھر والے رو رہے تھے تو آپ نے فرمایا کہ بے شک وہ اس پر رو رہے ہیں حالانکہ اس کو قبر میں عذاب دیا جا رہا ہے۔''

4- **عن عمر رضی اللہ عنہ عن النبی ﷺ ''المیت یعذب فی قبره بما نیح علیه''**

(صحیح بخاری کتاب الجنائز باب ما یکره من النیاحة علی المیت رقم الحدیث1292)

ترجمہ: ''حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور سید عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''میت پر جو نوحہ کیا جاتا ہے اس وجہ سے میت کو قبر میں عذاب ہوتا ہے۔''

5- **عن ابن عباس رضی اللہ عنہما عن النبی ﷺ انه مر بقبرین یعذبان و ما یعذبان فی کبیر اما احدهما فکان لا یستتر من البول و اما الاخر فکان یمشی بالنمیمة۔**

(صحیح بخاری کتاب الجنائز باب الجریدة علی القبر رقم الحدیث1361)

ترجمہ: ''حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ دو قبروں پر سے گزرے فرمایا ان دو قبروں والوں کو عذاب دیا جا رہا ہے اور یہ گناہ کبیرہ کی وجہ سے عذاب نہیں دیے جا رہے بلکہ ان میں سے ایک پیشاب کے چھینٹوں سے اپنے آپ کو نہیں بچاتا تھا اور دوسرا چغلی کرتا تھا۔'' الی آخر الحدیث

6- **عن زید بن ثابت قال بینما النبی ﷺ فی حائط لبنی نجار علی بغلةله و نحن معه، اذ حادت به، فکادت تلقیه، واذا اقبر ستةاو خمسة او اربعة فقال من یعرف اصحاب هذه الاقبرء فقال رجل انا۔ فقال متیٰ مات هؤلاء؟ قال ماتو ا فی الاشراك۔ فقال ان هذة الامة تبتلی فی قبورها فلو لا ان لا تدافنو الدعوت الله ان یسمعکم من عذاب القبر الذی اسمع منه۔**

(صحیح مسلم کتاب الجنة و وصفة نعیمها باب: عرض مقعدلمیت من الجنة او النار۔ رقم الحدیث2868 دارالکتاب العربی)

ترجمہ: ''حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی مکرم ﷺ بنی نجار کے ایک باغ سے گزرے اپنے خچر پر سوار ہو کر۔ اور ہم آپ ﷺ کے ساتھ تھے کہ آپ ﷺ کا خچر بدکا قریب تھا کہ آپ زمین پر تشریف لے آتے۔ اچانک چھ یا پانچ یا چار قبریں نظر آئیں۔ تو حضور اقدس ﷺ نے فرمایا کہ ان قبر والوں کو کون جانتا ہے؟ تو ایک آدمی نے عرض کی کہ میں۔ فرمایا یہ کب مرے تھے؟ عرض کی حالت

شرک میں مرے تھے۔ فرمایا بے شک اس امت کی قبر میں آزمائش
کی جائے گی اور اگر مجھے اس بات کا خوف نہ ہوتا کہ تم مردوں کو دفن
نہیں کرو گے تو میں اللہ عزوجل سے دعا کرتا کہ تمہیں بھی وہ عذاب
قبر سنوادے جو میں سن رہا ہوں۔"

7- **عن ابی سعید الخدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال رسول اللہ ﷺ: "یسلط علی الکافر فی قبرہ تسعۃ و تسعون تنینا، تلدغہ حتی تقوم الساعۃ"**

(مسند احمد جلد5 صفحہ 103 رقم الحدیث 11642، سنن ترمذی کتاب صفۃ القیامہ رقم الحدیث 2460، مسند دارمی رقم الحدیث 2815)

ترجمہ: "کافر پر اس کی قبر میں ننانوے سانپ مسلط کئے جائیں گے۔ جو اس کو قیامت تک ڈستے رہیں گے۔"

8- **قال رسول اللہ ﷺ: "انما القبر روضۃ من ریاض الجنۃ او حفرۃ من حفر النار"** (سنن ترمذی کتاب صفۃ القیامۃ)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "قبر یا جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے یا دوزخ کے گڑھوں میں سے ایک گڑھا ہے۔" (یعنی کافروں اور منافقوں کے لئے)

ان تمام آیات واحادیث سے روز روشن کی طرح معلوم ہوا کہ عذاب وثواب قبر، ثابت اور برحق ہے۔ اور اسکا انکار غوایت وگمراہی ہے۔ اور میت کو قبر میں جبھی عذاب یا ثواب دینا ممکن ہے جب اس میں احساس، ادراک اور شعور موجود ہو۔ اس لیے کہ اگر وہ پتھر کی طرح جامد محض ہے تو اسے عذاب یا ثواب دینے کا فائدہ کیا ہوگا؟ سو معلوم ہوا کہ عذاب وثواب تب متحقق ہوگا جب اس میں احساس لذت والم ہو۔ اور

احساس، ادراک وشعور کا مقتضیٰ حیات ہے۔ بغیر حیات کے احساس کس طرح ہو سکتا ہے۔ جس سے قطعی طور پر معلوم ہوا کہ عام میت خواہ وہ کافر ہو یا مسلمان اپنی قبر میں زندہ ہے۔ اسی طرح بکثرت احادیث صحیحہ سے ثابت ہے کہ میت کو معلوم ہوتا ہے کہ غسل دینے والا کون ہے؟ کفن پہنانے والا کون ہے؟ قبر میں رکھنے والا کون ہے؟ نیز میت کے چیخنے، پکارنے کا ذکر بھی احادیث میں موجود ہے۔ میت سے قبر میں سوال و جواب کا ذکر بھی موجود ہے۔ اور یہ سب لوازمات حیات ہیں۔ بغیر حیات وشعور کے یہ کلام وافعال متحقق نہیں ہو سکتے۔ اس موقع پر تفصیل کی گنجائش نہیں۔ جو مطالعہ کرنا چاہے وہ صحیح بخاری کتاب الجنائز، شرح الصدور، التذکرۃ، کتاب الروح، جلاء الصدور اور حیاۃ الموۃ کا مطالعہ کرے۔ لیکن چند احادیث ملاحظہ فرمائیں۔

عن ابی سعید الخدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ ان النبی ﷺ قال: "ان المیت یعرف من یغسلہ و یحملہ و یکفنہ و من یدلیہ فی حفرۃ"

(مسند احمد جلد 5 صفحہ 6 رقم الحدیث 11289، المعجم الاوسط 7438)

ترجمہ: "حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "بیشک میت اپنے غسل دینے والے، اٹھانے والے، کفن پہنانے والے اور قبر میں اتارنے والے کو پہنچانتی ہے۔"

حافظ ابن قیم نے لکھا:

"وقد تواترت الاثار بان المیت یعرف زیارۃ الحی لہ و یستبشر بہ" (کتاب الروح ص8 دار الحدیث قاھرہ)

ترجمہ: "احادیث وآثار اس بارے میں درجہ تواتر کو پہنچے ہوئے ہیں کہ بے شک میت زندہ کی اس کے ساتھ ملاقات کو پہنچانتی ہے اور اس سے

خوش ہوتی ہے۔"

عن ابی سعید الخدری رضی اللہ عنہ ان رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم قال: "اذا وضعت الجنازة، و احتملها الرجال علی اعناقهم، فان كانت صالحة قالت: قدمونی وان كانت غير صالحة قالت يا ويلها اين يذهبون بها يسمع صوتها كل شيء الا الانسان، ولو سمعه لصعق"

(صحیح بخاری کتاب الجنائز باب: حمل الرجال الجنازة دون النسآء رقم الحدیث1314، سنن نسائی 1908، مسند احمد 11372، شرح السنة 1482، مسند ابویعلیٰ 1265، صحیح ابن حبان 3038، السنن الکبریٰ 2036، سنن بیھقی جلد3 ص22)

ترجمہ: "حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب جنازہ رکھ دیا جاتا ہے اور مرد اس کو اپنے کندھوں پر اٹھا لیتے ہیں تو اگر میت نیک ہے تو کہتی ہے مجھے جلدی لے چلو (کیونکہ اس کی قبر جنت کا باغ ہے) اور اگر میت بری ہو تو کہتی ہے ہائے بربادی وہ مجھے کہاں لے کر جا رہے ہیں؟ اس کی آواز کو انسان کے ماسوا ہر چیز سنتی ہے اور اگر انسان سن لے تو بے ہوش ہو جائے۔"

3- حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"ياتيه ملكان فيجلسانه فيقولان له من ربك فيقول ربی الله فيقولان له ما دينك فيقول دينی الاسلام فيقولان له ما هذا الرجل الذی بعث فيكم قال فيقول هو رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم فيقولان ما يدريك؟ فيقول قرائت كتاب الله

فاٰمنت به و صدقت۔ الی آخر الحدیث۔

(سنن ابی داؤد کتاب السنۃ باب المسئلۃ فی القبر رقم الحدیث 4753)

ترجمہ: "(میت کو دفنا دینے کے بعد) مردہ کے پاس دو فرشتے آتے ہیں۔ اسے بیٹھاتے ہیں پھر اس سے کہتے ہیں۔ تیرا رب کون ہے؟ وہ کہتا ہے میرا رب اللہ عزوجل ہے۔ پھر وہ کہتے ہیں تیرا دین کیا ہے؟ وہ کہتا ہے اسلام۔ وہ کہتے ہیں کہ یہ صاحب کون ہیں جو تم میں بھیجے گئے ہیں؟ وہ کہتا ہے آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ فرشتے کہتے ہیں تجھے کیسے معلوم ہوا؟ وہ کہتا ہے میں نے اللہ عزوجل کی کتاب پڑھی اس پر ایمان لایا اور اسے سچا مانا۔"

بلکہ حیات برزخی میں میت کا فہم و ادراک، قوت باصرہ اور قوت سامع دنیوی حیات کی بنسبت زیادہ قوی اور کامل ہو جاتی ہے۔ اس لئے کہ جسد انسانی میں حقیقی سامع، باصر، فاہم اور مدرک انسان کی روح ہے۔ کان، آنکھ اور دماغ، سماعت، بصارت اور ادراک و شعور کے لئے آلہ ہے۔ اور جب تک انسان دنیوی حیات کیساتھ متصف رہتا ہے تو روح گویا کہ بدن کے پنجرے میں قید رہتی ہے۔ اور اس قید میں ہونے کیوجہ سے اس کی تمام قوتیں محدود رہتی ہیں۔ سو جب انسان پر موت وارد ہوتی ہے تو اس انسان کی روح اس بدن کے پنجرے سے آزاد ہو جاتی ہے۔ اور اس آزادی کے بعد اس کی روح کی تمام صلاحیتوں کا ظہور تام ہوتا ہے۔ اب اس کی سماعت بھی بڑھ جاتی ہے، بصارت میں بھی تقویت پیدا ہو جاتی ہے۔ یہاں تک کہ اگر روح اعلیٰ علیین میں ہے اور جسم قبر میں، تو ایک معنوی ربط و تعلق کی وجہ سے اگر کوئی اس کی قبر پر جا کر سلام و خطاب کرتا ہے تو روح اعلیٰ علیین میں ہونے کے باوجود اس کے سلام کو سماعت کرتی ہے۔ یہاں یہ بات بھی ہے

رہے کہ موت فقط انسان کے جسم پر وارد ہوتی ہے نہ کہ انسان کی روح پر۔ انسان کی روح ہمیشہ کے لئے زندہ رہتی ہے۔ چنانچہ حافظ ابن قیم تحریر کرتے ہیں:

"لا تموت الارواح فانها خلقت للبقاء و انما تموت الابدان، قالوا و قد دلت علیٰ هذا الاحادیث الدالة علیٰ نعیم الارواح و عذابها بعد المفارقة..... الی...... ولو ماتت الارواح لانقطع عنها النعیم و العذاب"

(کتاب لروح فصل المسئلة الرابعة ص50 دار الحدیث قاهره)

ترجمہ: ''ارواح نہیں مرتیں کیونکہ ان کو بقاء کے لئے پیدا کیا گیا ہے۔ مرتے تو صرف بدن ہیں۔ علماء نے کہا کہ اس بات پر وہ احادیث دلیل ہیں جو ارواح کی لذت اور عذاب پر دلالت کرتی ہیں۔ اور اگر روحیں بھی مرتیں تو ان سے ثواب اور عذاب منقطع ہو جاتا۔''

علامہ قرطبی متوفی 671ھ بیان کرتے ہیں:

"کل من یقول: ان الروح یموت و یفنیٰ فهو ملحد".

(التذکرة ص114 دار الکتاب العربی بیروت)

ترجمہ: ''ہر وہ آدمی کہ جس نے یہ کہا روح مرجاتی ہے اور فنا ہو جاتی ہے تو وہ ملحد ہے۔''

امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"لاتموت ارواح الحیاة، بل ترفع الی السماء حیة"

(شرح الصدور ص279 موسسة الکتب الثقافیة بیروت)

ترجمہ: ''زندوں کی روحیں نہیں مرتیں بلکہ ان کو زندہ آسمان پر اٹھا لیا جاتا

ہے۔''

معلوم ہوا کہ جب روح زندہ رہتی ہے اور روح ہی سننے والی، دیکھنے والی اور مرنے کے بعد وہ بدن کی قید سے آزاد ہو جاتی ہے۔ تو یقیناً اس کی قوت سماعت اور قوت بصارت بھی بڑھ جاتی ہے۔ اس موضوع پر چند احادیث ملاحظہ فرمائیں:

1- حضور نبی مکرم ﷺ نے بدر کے مقتول کفار کو خطاب فرمایا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔

"اطلع النبی ﷺ علی اهل قلیب فقال وجدتم ما وعدکم ربکم حقا فقیل له تدعوا امواتا قال ما انتم باسمع منهم ولکن لا یجیبون" (صحیح بخاری کتاب الجنائز)

ترجمہ: ''نبی اکرم ﷺ بدر کے کنویں میں پھینکے ہوئے مقتولین کفار پر جا کر کھڑے ہوئے اور فرمایا کیا تم میں اپنے رب عزوجل کی وعدہ کو سچا پایا ہے؟ تو آپ سے عرض کیا گیا۔ آپ ﷺ مردوں کو پکار رہے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا تم ان سے زیادہ سننے والے نہیں ہو۔ لیکن وہ جواب نہیں دیتے (جو تم کو سنائی دے سکے)۔''

2- عن انس رضی اللہ عنہ قال قال رسول الله ﷺ: "ان العبد اذا وضع فی قبره و تولی عنه اصحابه و انه لیسمع قرع نعالهم"

(صحیح بخاری کتاب الجنائز باب: ما جآء فی عذاب القبر رقم الحدیث 1338، صحیح مسلم 2870، سنن ابوداؤد 4752، سنن نسائی 2049، صحیح ابن حبان 3120، مسند احمد 12271)

ترجمہ: ''حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ کہ حضور نبی مکرم ﷺ نے فرمایا: جب مردہ کو قبر میں رکھا جاتا ہے اور اس کے ساتھی واپس

لوٹ جاتے ہیں تو وہ ان کی جوتیوں کی آواز سنتا ہے۔"

3- حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں کہ جب کبھی رسول اللہ ﷺ کی رات میرے ہاں ہوتی تو آپ رات کے آخری حصہ میں جنت البقیع کی طرف تشریف لے جاتے اور فرماتے:

"السلام علیکم دار قوم مومنین و اتاکم ما توعدون غدا موجلو ن و انا انشاء الله بکم لا حقون اللهم اغفر لاهل بقیع الغرقد"

ترجمہ: "سلام ہو تم پر اے قوم مومنین! جس چیز کا تم سے وعدہ کیا گیا تھا وہ تمہارے پاس آ چکا ہے۔ قیامت کے دن تک تمہیں مہلت دی گئی ہے اور ہم بے شک انشاء اللہ تمہارے ساتھ ملنے والے ہیں۔ اے اللہ عزوجل! بقیع غرقد والوں کو بخش دے۔"

حافظ ابن قیم لکھتے ہیں:

"هذا خطاب لمن یعقل و یسمع و لو لا ذلك لكان هذا الخطاب بمنزلة خطاب المعدوم والجماد السلف مجمعون على هذا وقد تواترت الاثار عنهم بان الميت يعرف زيارة الحی و يستبشر به" (کتاب الروح)

ترجمہ: "یہ انداز خطاب اس آدمی کے لئے ہوتا ہے جو کلام کو سنتا اور سمجھتا ہے، اور اگر ایسا نہ ہوتو یہ خطاب بمنزلہ معدوم اور جمادات کے ہوتا۔ حالانکہ اسلاف کا اس بات پر اجماع ہے اور ان سے تواتر کیساتھ آثار و روایات مروی ہیں کہ میت لوگوں کی زیارت کو جانتا ہے اور

اس کی وجہ سے خوش ہوتا ہے۔"

امام جلال الدین سیوطی فرماتے ہیں:

"و قد شرع ﷺ لامته ان یسلموا علی اهل القبور سلام من یخاطبون فمن یسمع و یعقل" (شرح الصدور)

ترجمہ: "رسول اللہ ﷺ اپنی امت کے لئے اہل قبور پر سلام دینے کا جو طریقہ مسنون فرمایا وہ ایسے لوگوں کو سلام دینے والا انداز و اسلوب ہے جو کہ سنتے اور سمجھتے ہوں۔"

محدث دیوبند انور شاہ کشمیری نے لکھا ہے:

"اقول ولاحادیث فی سمع الاموات قد بلغت مبلغ التواتر" (فیض الباری جلد2 ص497)

ترجمہ: "میں کہتا ہوں کہ اموات کے سننے کے بارے میں احادیث درجہ تواتر تک پہنچی ہوئی ہیں۔"

شبیر احمد عثمانی نے لکھا ہے:

"ان سماع الموتیٰ ثابت فی الجملة بالاحادیث الکثیرة الصحیحة" (فتح الملهم جلد2 ص497)

ترجمہ: "بیشک سماع موتی جن احادیث سے ثابت ہے وہ تعداد میں بہت زیادہ اور صحیح ہیں۔"

وحید الزمان غیر مقلد نے تحریر کیا:

"و لذالك تسمع الموتیٰ فی القبور سلام الزائرین و کلامهم و یعرفون" (هدیة المهدی۔ ص59)

ترجمہ: ''یہی وجہ ہے کہ مردے قبروں میں زائرین کے سلام اور ان کے کلام کو سنتے ہیں اور ان پر سلام بھیجنے والوں کو بھی پہنچانتے ہیں۔''

ان دلائل قویہ سے امس وشمس کی طرح واضح ہوا کہ بعد از موت، میت کے ادراکات واحساسات دنیوی حیات کی بنسبت زیادہ قوی ہو جاتے ہیں۔ اور وہ منوں مٹی کے نیچے ہونے کے باوجود قدموں کی آہٹ اور زائرین کے سلام کو سماعت کرتی ہے۔ سو جب ایک عام میت کا حال یہ ہے تو اولیاء وانبیاء کرام بالخصوص سید الانبیاء و المرسلین ﷺ کے بعد از وصال ادراکات واحساسات کیونکر ختم ہو سکتے ہیں جب کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے حبیب کریم ﷺ کی حیات برزخیہ اور عام انسانوں کی حیات برزخیہ کو ایک جیسا قرار نہیں دیا۔ چنانچہ ارشاد ربانی ہے:

"اِنَّکَ مَیِّتٌ وَاِنَّهُمْ مَّیِّتُوْنَ" (الزمر)

ترجمہ: ''(اے محبوب مکرم ﷺ) آپ بھی وفات پانے والے ہیں اور وہ بھی وفات پانے والے ہیں۔''

اس آیت کریمہ میں واؤ عطف کیساتھ ذکر کیا گیا ہے اور عطف لفظاً اور معناً تغایر کا مقتضی ہے۔ چنانچہ اس پر چند تصریحات ملاحظہ فرمائیں۔

مولانا عبدالرحمان جامی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:

"الواؤ اصلها العطف وهي دليل الانفصال" (شرح جامی، ص96)

ترجمہ: ''واؤ جس کی اصل عطف ہے اور وہ انفصال (جدائی) کی دلیل ہے۔''

حافظ ابن قیم نے لکھا:

"حقيقة العطف مغائرة" (جلاء الافهام۔ ص112)

ترجمہ: ''عطف کی حقیقت مغائرت ہے۔''

ان تصریحات کی روشنی میں یہ بات واضح ہوگئی کہ سید المرسلین حضور نبی کریم ﷺ کی حیات بعد از وصال اور دوسرے لوگوں کی حیات میں برابری نہیں بلکہ آپ کی حیات مبارکہ اپنے جمیع لوازمات کیساتھ نوعیت و کیفیت اور درجات و مراتب کے اعتبار سے بلند و بالا ہے۔ اس لیے اس آیت مبارکہ میں تخصیص کیساتھ آپ کے وصال کا ذکر کیا گیا ہے۔ لہٰذا یہ کہنا کہ حضور اقدس ﷺ بعد از وصال نہیں سنتے یقیناً عظمت رسالت کا انکار بلکہ آپ ﷺ کی توہین وتنقیص ہے۔

❀❀❀❀
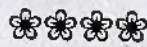
اختتامی کلمات

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی سید المرسلین۔

آج مورخہ 2010-06-08 شب بدھ بعد نماز عشاء یہ کتاب اختتام کو پہنچی۔
اللہ جل مجدہ سے دعا ہے کہ اس کتاب کی غلطیوں اور تقصیرات سے درگزر فرمائے اور اس کو اپنی بارگاہ میں قبول دوام عطا فرمائے۔

آمین یارب العالمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم۔